بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ انوار مدینہ

شمارہ : ۱۰	ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ / اکتوبر ۲۰۱۲ء	جلد : ۲۰

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 12 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 10 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 15 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 0954-020-100-7914-2

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۶
شیخ التفسیر حضرت مولانا اَحمد علی صاحب لاہوریؒ	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۱۴
اَنفاسِ قدسیہ	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ	۲۳
پردہ کے اَحکام	حضرت مولانا محمد اَشرف علی صاحب تھانویؒ	۲۸
سیرت خلفائے راشدینؓ	حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ	۳۲
اِسلامی صکوک : تعارف اَور تحفظات	حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب	۳۷
حضرت آپا جانؒ زوجہ محترمہ حضرت مدنیؒ	جناب مولانا قاری تنویر اَحمد صاحب شریفی	۴۹
وفیات		۶۲
اَخبار الجامعہ		۶۳

ضروری اعلان

مسلسل گرانی کے سبب عرصہ سے اِس بات کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے سالانہ نرخ میں اِضافہ کیا جائے مگر حتی المقدور اِس فیصلہ کو مؤخر کیا جاتا رہا۔اَب حال ہی میں طباعت اَور کاغذ کی قیمت کے غیر معمولی اِضافہ نے نرخ میں اِضافہ ناگزیر کر دیا ہے لہٰذا اپنے ماہنامہ کی اَعلیٰ روایات کو برقرار رکھنے کی خاطر اِس کا سالانہ چندہ اَگلے سال سے 200 روپے سے بڑھا کر 300 روپے کر دیا گیا ہے، قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔(اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

اَمریکہ میں عیسائیوں نے یہودیوں کی سرکردگی میں ایک فلم بنائی ہے جس میں نبی آخرالزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں بہت ساری گستاخیاں کی گئی ہیں اِسلام کے خلاف جھوٹے اَور زہریلے مواد پر مشتمل اِس فلم پر پچاس کروڑ اَمریکی ڈالرخرچ کیے گئے، ایک سو یہودی تاجروں نے چندہ کی یہ رقم فراہم کی بعد اَزاں اِس اِشتعالی فلم کو یہودیوں نے اَمریکہ اَور چند دیگر بدمعاش ملکوں کی سرپرستی میں پوری دُنیا میں نشر کر کے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی ناپاک جرأت کی جس کے بعد پوری دُنیا میں مسلمانوں کا فطری ردِّعمل سامنے آیا جس کو مغربی میڈیا نے دُنیا کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے شدت پسندی اَور اِنتہا پسندی کا نام دیا تاکہ دُنیا کو یہ باور کرایا جاسکے کہ فلم کی نشریات کوئی غیر معمولی عمل نہیں تھا بلکہ آزادی رائے کا حصہ تھا جس کا حق ہر معاشرہ کو ہوتا ہے۔

جبکہ اَصل بات یہ ہے کہ عیسائی شرابی اَور خنزیر خور قوم ہے سڑکوں بازاروں میں سرِ عام بے غیرتی و بے حیائی کی خنزیروں جیسی حرکتیں کرنا اُن کی فطرت کا حصہ ہے کسی بھی سیرگاہ اَور ساحلی مقامات پر مکمل بے لباس ہو کر سب کچھ کر گزرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔

یہی حال اِن ہوس پرستوں کے خلوت خانوں کا ہے اِن کی بوڑھیاں اَور بوڑھے ہوست پرستی میں جوانوں کو پیچھے چھوڑے ہوئے ہیں۔

''اَخباری اِطلاع کے مطابق سابق اَمریکی صدر غالبًا سینئر بش اپنے سرکاری دورۂ برطانیہ کے دَوران بھری مجلس میں ملکہ برطانیہ کو آنکھیں مارتا رہا بوڑھی ملکہ عالی ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِس کمینہ حرکت سے لطف اَندوز ہوتی رہی۔''

کمّی کمینوں کی خوش اَخلاقی اَور قوتِ برداشت سے مراد اِن جیسی حرکات ہی ہوتی ہیں جن کی وہ دُوسروں سے بھی توقع رکھتے ہیں۔ اِنسانی شکل کے یہ خنزیر اَخلاقیات جیسی صفات سے ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے خود خنزیر، اِسی لیے ناموسِ رسالت ﷺ کی توہین پر غیرت مند مسلمانوں کا فطری ردِعمل اِن کو قوتِ برداشت میں کمی معلوم ہوتا ہے۔

اُن کی کتابیں اپنے ہی نبیوں کی توہین سے بھری پڑی ہیں کبھی اُن پاکیزہ ہستیوں پر بدکاری کا اِلزام دَھرتے ہیں تو کبھی نشہ میں مستی کا، کسی کو اللہ کی بیوی اَور کسی کو بیٹا بتلاتے ہیں کہیں نبیوں اَور اللہ میاں کی کشتی کراتے ہیں اِس کے علاوہ اَور بہت سے اَفعالِ بد اُن کی طرف منسوب کرنے کو یہ عالمی مسخرے کچھ برا نہیں جانتے۔

اِن سے بھی بدتر حال یہودیوں کا ہے اُنہوں نے نہ صرف یہ کہ اِس قسم کی خرافات اپنے ہی نبیوں کی طرف منسوب کیں بلکہ اُن کو قتل تک کر ڈالا اِس سے بڑھ کر کسی قوم کی کیا بدنصیبی ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے ہی نبیوں کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگ ڈالے۔

عیسائیوں اَور یہودیوں کا معاشرہ فطری طور پر گالی گلوچ کو برا نہیں جانتا، عزت و ناموس جیسے اَعلیٰ خصائص سے یہ لوگ ناواقف ہوتے ہیں اِسی لیے اَنبیاء علیہم السلام کی شان میں اُن کی طرف سے مسلسل گستاخیوں کے جواب میں ہونے والے پُراَمن اِحتجاجوں کو یہ کبھی خاطر میں نہیں لاتے بلکہ اُلٹا یہی پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ مسلمان اِنتہا پسند ہیں اِن میں برداشت کا مادّہ کم ہے۔ اِس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی غنڈہ شریف اِنسان کو بے آبرو کرے اَور اُس کی فریاد اَور اِنصاف طلبی کو یہ کہے کہ اِس

میں برداشت نہیں ہے یہ بے صبرا اور اِنتہا پسند ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ یہ عالمی غنڈے حکمرانی کے قابل نہیں ہیں ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم اپنی ہی بداعمالیوں اور نا اِتفاقیوں کی وجہ سے اِقتدارِ اعلیٰ کے منصب سے محروم کردیے گئے اور یہ منصب وطاقت کفار کے ہاتھ لگ گئے۔

رہے مسلم حکمران تو اِن کا حال سب پر عیاں ہے کہ وہ اِنہی کفار کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے پڑھے ہوئے اِیمانی غیرت سے خالی کھوکھلے ڈھانچے ہیں جن کے ہاتھ پیر اِنہی کے اِشاروں پر حرکت کرتے ہیں۔

بات اِنتہا پسندی کی نہیں ہے بلکہ جرم کی سنگینی کی ہے اگر مسلم حکمرانوں میں اِیمانی غیرت ہوتی اور آج سے بہت پہلے اِن گستاخیوں کا دَندان شکن جواب دے دیا جاتا تو پیشاب کے جھاگ کی طرح اِن خناسوں کا غرور کبھی کا خاک ہوگیا ہوتا مگر افسوس اور صد افسوس !

اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ہر کوئی جانتا ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے کب مانے !

تاہم ہر مسلمان کا فرض ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ناموسِ تحفظ کے لیے اپنی مقدور بھر توانائیاں صرف کرتے ہوئے ہر قسم کی قربانیوں کے لیے تیار رہے، اِنشاء اللہ آخر فتح نبیوں کے طریقہ پر چلنے والوں ہی کی ہوگی، اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

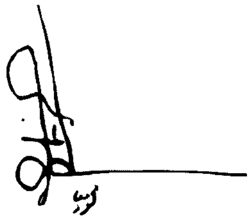

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درسِ حدیث

حضرتِ اَقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ انتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اَور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے۔ اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

زیادہ کام زبان اَنجام دیتی ہے پھر ہاتھ۔ جھوٹا اِلزام لگانے والے کو سزا دی جاسکتی ہے
گالی گلوچ کا معاشرہ بے غیرتی کی علامت ہے
غیرت مند عرب اَور اَفغانوں نے اپنے اُوپر اَنگریز کو حکمرانی نہیں کرنے دی

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 70 سائیڈ B 1987 - 06 - 21)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

آقائے نامدار ﷺ نے مسلمان کی شان بتلائی ہے کہ اُس کا حال یہ ہونا چاہیے کہ دُوسرے مسلمان اُس کی ''زبان'' اَور اُس کے ''ہاتھ'' سے محفوظ رہیں، نہ زبان سے تکلیف پہنچائے نہ ہاتھ سے اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ .[1]

حدیث شریف میں ''زبان'' کا لفظ پہلے ہے ''ہاتھ'' کا لفظ بعد میں ہے کیونکہ اِنسان دُوسرے کو ہاتھ سے تکلیف پہنچادے اِس پر کسی کو قدرت ہوتی ہے کسی کو نہیں ہوتی، کوئی زیادہ مضبوط آدمی ہے تو کمزور آدمی اُس پر ہاتھ کیسے اُٹھا سکتا ہے کیسے اُسے ہاتھ سے تکلیف پہنچا سکتا ہے اَلبتہ زبان سے پہنچا سکتا ہے تو زبان سے ضعیف آدمی بھی تکلیف پہنچا سکتا ہے اِس واسطے زبان کو مقدم ذکر فرمایا۔

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۶

دُوسری بات یہ ہے کہ زبان سے تکلیف پہنچانے نہ پہنچانے کی طرف توجہ نہیں ہوتی اِنسان کی، کہتا ہے کہ میں نے یہ بات ہی تو کہی ہے ! یعنی کیا تو کچھ نہیں حالانکہ یہ بات نہیں ہے بات پر بھی گرفت ہے کسی پر اِتہام لگا دے اِسلام نے بتایا یہ گرفت کے قابل ہے اِفتراء پردازی بہتان تراشی یہ قابلِ تعزیر ہے اِس پر سزا دی جا سکتی ہے اگر قانون اِسلامی ہو اَور اللہ تعالیٰ لائے اُسے قدرت ہے کہ وہ یہاں اِسلامی قانون لائے۔

یہاں سارے اِسلام کے دُشمن ہیں :

اگرچہ سارے کے سارے چوٹی سے اَیڑی تک سر سے پاؤں تک اُوپر سے نیچے تک مسلمان ہی کہلاتے ہیں مگر اِسلامی قانون کے دُشمن ہیں اِن کے دِل میں اِسلامی قانون سے نفرت اُس کی حقارت اُس کا ڈر بیٹھا ہوا ہے باقی اللہ کو قدرت ہے کہ وہ لائیں وہ لا سکتے ہیں۔

اَگر اِسلامی قانون آجائے تو پھر گالی گلوچ منع ہے یہ جو گلیوں میں ایسے گالی دے لیتے ہیں جو چاہے جسے چاہے کھڑا ہو کر کہہ لے کچھ بھی، یہ نہیں ہوگا بلکہ باغیرت معاشرہ ہوگا ہر فرد غیرت مند ہوگا ہر آدمی کی عزت بھی محفوظ ہوگی یہ نہیں ہے کہ کوئی بھی کھڑا ہوا اَور دُوسرے کو اُس نے بے عزت کر دیا بے وجہ ایسی صورت اِسلامی حکومت میں نہیں ہوا کرتی بلکہ ساری کی ساری رعایا غیرت مند ہوتی تھی۔

یہاں کے لوگ باغیرت نہیں، اپنا حکمران اَنگریز کو تسلیم کر لیا :

اَنگریز نے یہاں حکومت کی ہے تو یہاں حکمران اَنگریز رہے ہیں وائسرائے رہتا تھا گورنر رہتا تھا آئی جی رہتا تھا سپرنٹینڈنٹ پولیس رہتا تھا یہ سب کے سب انگریز تھے ڈی سی انگریز، یہاں کے لوگ باغیرت نہیں تھے برداشت کر لیا ملے جلے بھی تھے خالی مسلمان ہی نہیں تھے بلکہ اَکثریت تھی ہندوؤں کی، ہندو تھے محکوم اُنہوں نے گوارہ کر لیا مسلمان تو لڑے بھی ہیں جہاد بھی کیا ہے ۱۸۵۷ء میں بہت شہید ہوئے ہیں ہندوؤں نے بھی ساتھ دیا ہے ٹھیک ہے مگر مسلمان ہی زیادہ لڑتے رہے ہیں اَور ہندوؤں کو ساتھ مِلا کر اَنگریز کو یہاں سے نکالا اَور یہ خطے آزاد ہو گئے۔

عربوں اَور اَفغانوں نے ایسا نہ کیا :

لیکن عرب ممالک جتنے بھی ہیں ایک سرے سے یہ دُبئی ہو اَبوظہبی ہو کوئی بھی چھوٹے سے چھوٹی حکومت ہو بڑے سے بڑی حکومت ہو، مصر ہو، سعودی عرب، لیبیا، اَلجزائر، مراکش، ساری جگہوں پر انگریز گئے ہیں کہیں برطانیہ والے گئے ہیں کہیں فرانس والے گئے ہیں لیکن حکمران اِنہیں مسلمان رکھنا پڑا کیونکہ دُوسری حکومت یہ قبول نہیں کر سکتے تھے کسی بھی طرح، یہ غیرت مندی تھی اُن کی۔

جس طرح اَفغانستان میں اَب آپ دیکھ رہے ہیں غریب لوگ ہیں پہلے مشہور تھا رُوس کے حملے سے پہلے تک کہ وہاں بدحالی خستگی بہت ہے اَور سپاہیوں کے بھی بوٹ پھٹے ہوئے ہوتے ہیں جو یہاں پہرہ دیتے ہیں طورخم وغیرہ میں، یہ مشہور تھا لیکن غیرت مند ہے معاشرہ اُن کا، یہ گوارہ نہیں کر سکتے کہ دُوسرا حکومت کر لے یہاں آکر بلکہ ہم میں سے ہی کوئی (حکمران) ہوگا، دُوسرے کا کٹ پتلی ہو وہ بھی نہیں گوارہ کرتے تو اِس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انگریز نے بہت حد تک بگاڑا ہے اَور بگاڑنے کے منصوبے بنائے ہیں عرب ممالک کو بھی لیکن اُن کی یہ ایک غیرت مندی جو تھی وہ قائم ہے۔

یہاں اَنگریز کی تربیت نے مزاجوں میں تکبر پیدا کر دیا عربوں میں نہیں :

اُن میں دو چیزیں نہیں آنے پائیں ایک تو ''تکبر'' نہیں ہے وہاں بالکل، جو یہاں اَنگریز نے پیدا کر دیا [1] چھوٹے بڑے کا بہت بڑا فرق ہے، چھوٹا جائے گا تو بیٹھ ہی نہیں سکتا بڑے اَفسر کے سامنے کھڑا رہے گا جب وہ کہے گا بیٹھ جاؤ بیٹھ جائے گا۔ اَور اِسلام نے اِن چیزوں کو مٹایا تھا، عرب میں نہیں ہے یہ سلسلہ، چھوٹا بڑے کے پاس چلا جاتا ہے بڑا چھوٹے کے پاس چلا جاتا ہے۔ اَور عراق سے آئے تھے

---

[1] اَنگریز ہندوستان پر اپنے غاصبانہ قبضہ کے بعد ہم ہندوستانیوں کو اَپنا ''غلام'' سمجھتے ہوئے ''متکبرانہ'' لب ولہجہ سے بات کرتا تھا اَور اپنے بعد یہاں کے سرکاری اَفسروں اَور ملازموں کی تربیت بھی اِسی اَنداز میں کر کے گیا اِسی لیے عموماً اَنگریزی بولنے اَور سیکھنے والوں میں تکبر آجاتا ہے اَور بڑا ہو یا چھوٹا متکبرانہ اَنداز میں بات کرتا ہے جبکہ یہ لوگ اپنے ملکوں میں آپس میں اَنگریزی بولتے وقت ایسا لب ولہجہ اِختیار نہیں کرتے۔ محمود میاں غفرلہٗ

ایک صاحب[۱] وہ تو بتاتے تھے کہ یہ بھی نہیں ہوتا کہ جو فائل ہے اُس کے لیے اَلگ چپڑاسی PEON ہو پہنچانے کے لیے یہاں سے وہاں بلکہ جب اَفسر کے پاس دستخطوں کی ضرورت ہوگی تو نیچے والا چلا جائے گا وہاں اَور جب وہ دستخط کرلے گا تو خود ہی پہنچا جائے گا یہاں، یہ ضروری نہیں ہے کہ یہی جائے وصول کرنے دستخط ہوگئے ہوں گے اَب میں جا رہا ہوں یا کھڑا رہے یا کچھ ہو بلکہ جب وہ دستخط کرلے تو قاعدہ یہ ہے کہ وہ خود پہنچائے حالانکہ ہے وہ اُس کا اَفسر۔ تو ایک وہاں تکبر نہیں ہے سرے سے عرب کے لوگوں میں، خال خال کوئی ہو جائے آدمی تو وہ اَپنی ذات کی بات ہے اُس کی، عموماً یہ بات نہیں ہے۔

اَور دُوسرے ''شرک'' نہیں ہے دونوں چیزوں سے وہ خالی ہیں۔

تو زبان پر کنٹرول کرنا نہ کرنا آپ کی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ کیا فائدہ ہے کیونکہ آپ جو پلے بڑھے ہیں یا دیکھا ہے ہم نے معاشرہ وہ دیکھا یہی ہے کہ گالیاں دے دیتے ہیں، ماں باپ اَولاد کو دیتے رہتے ہیں، اُستاد شاگردوں کو دیتے رہتے ہیں، کارخانوں میں دیتے ہیں، ٹریننگ میں دیتے ہیں، تو یہ لوگ ایسے پیدا ہوئے کہ جن میں غیرت کی کمی ہے کوئی کچھ کہہ دے تو اِنہیں پروا ہی نہیں ہوتی جو آدمی اِن چیزوں کا عادی ہو اُسے گالی پڑ جائے تو وہ کہے گا کیا بات ہوئی گالی ہی تو دی تھی لیکن اگر گالی کا عادی نہ ہو تو اُس کو رات کو نیند نہیں آئے گی کہ میرے ساتھ یہ حادثہ گزرا ہے کہ ایسی بات کیوں ہوئی، زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ زبان کوئی چیز نہیں ہے خاص۔

مگر آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ اِس پر تو بڑا مدار ہے اَور ضعیف آدمی قوی آدمی کو تکلیف پہنچا سکتا ہے زبان سے گو ہاتھ سے نہ پہنچا سکے اَور زیادہ کام جو ہوتے ہیں ہاتھ سے نہیں ہوتے زبان سے ہوتے ہیں۔

---

[۱] غالبًا یہ مرحوم معزالدین اَحمد صاحب تھے جو عراق میں پاکستان کے کئی برس سفیر رہے، حضرتؒ سے قلبی عقیدت رکھتے تھے۔ جب بھی پاکستان آتے تو حضرتؒ کی خدمت میں حاضری دیتے اَور عراق تشریف لانے کی پرزور دعوت بھی دیتے۔ محمود میاں غفرلہٗ

'زبان' نہ گھستی ہے نہ تھکتی ہے 'دماغ' تھک جاتا ہے :

اَور اِمام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بہت اچھا نکتہ لکھا ہے وہ یہ فرماتے ہیں کہ اِنسان کام ہاتھ پاؤں سے کرے گا تھک جائے گا دماغ سے کرے گا تھک جائے گا اَور چھ گھنٹے آٹھ گھنٹے پندرہ گھنٹے بولتا جائے گا زبان ایسی چیز ہے یہ نہیں تھکتی، دماغ تھکا ہوا محسوس ہوگا، کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میری زبان بھی تھک گئی ہے میری زبان گھس گئی ہے وہ کہتے ہیں ایسی چیز بنائی ہے خدا نے اِس کے اَعصاب ایسے بنائے ہیں کہ یہ نہیں تھکتی۔

تو بظاہر یہ ہے کہ (زبان کا کہا) کچھ بھی نہیں ہے لیکن شریعت کی نظر میں بہت کچھ ہے اَور حقیقتًا بہت کچھ ہے کسی کو ایسی گالی دے دیتا ہے جس میں اُس کے ''نسب'' پر حرف آتا ہے تو اُسے تو پکڑ لیا جائے گا اُس سے پوچھا جائے گا اُس کو سزا دی جائے گی، معلوم ہوا کہ زبان سے کہی ہوئی بات پر گرفت قانونی بھی ہے اَور خدا کے یہاں تو ہے ہی ہے کسی کی آپ غیبت کرتے ہیں چغلی کھاتے ہیں جھوٹ بولتے ہیں اِن چیزوں پر خدا کی یہاں گرفت ہے۔

حضرت اَبوبکرؓ اَور ''زبان'' کو سزا :

اِس میں بتاؤں میں کہ اَبوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک آدمی نے دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو چبا رہے تھے دانتوں سے اُنہوں نے پوچھا کیا بات ہے اُنہوں نے فرمایا کہ بات یہ ہے هٰذَا الَّذِیْ اَوْرَدَنِی الْمَوَارِدَ (الْمَهَالِكَ) [1] یہی زبان ہی تو ہے جس نے مجھے ایسی ایسی جگہوں پر پہنچایا ہے کہ اِنسان وہاں ہلاک ہوجائے۔

مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے سامنے زور سے بولنا منع ہے بلند آواز سے بولنا منع ہے اَور قرآنِ پاک میں آیت اُتری: لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ رسول اللہ ﷺ کی

[1] شعب الایمان رقم الحدیث ۴۵۹۶

آواز سے زیادہ تم آواز نہ اُٹھاؤ، یہ بے اَدبی ہے وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ آپس میں جیسے زور زور سے بولتے ہو اِس طرح بھی گفتگو نہ کرو کبھی۔ نقصان ؟ نقصان یہ ہے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ کہ تمہارے عمل حبط ہو جائیں بے کار جائیں اَور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔

تو ''اِحباطِ اَعمال'' جو ہے (یعنی اَعمال کا برباد ہو جانا) اِس کے درجے ہیں۔ایک درجہ حبط کا جو سب سے زیادہ خطرناک ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بات ایسی ہو جائے جس کے نتیجہ میں اِیمان سلب ہو جائے معاذ اللہ اِیمان ہی سے نکل جائے اِنسان۔

بلند آواز والے صحابہ ڈر گئے، حضرت عباسؓ کی آواز دَس میل دُور چلی جاتی تھی :

تو صحابہ کرام تو ڈر گئے اَور حضرت ثابت اِبن قیس اِبن شماس ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کے خطیب تھے قد اُن کا دَراز نہیں تھا پستہ قد تھے مگر زبان نہایت فصیح آواز بہت بڑی، مجمع تک پھیل جائے اَور قوتِ گفتگو، دلائل سے بات کرنے کا نہایت عمدہ سلیقہ تو وہ تھے خطیبِ رسول اللہ ﷺ جب ضرورت پڑتی تھی کوئی باہر سے لوگ آئے ہیں تو شاعری فصاحت بلاغت اِس طرف عربوں کی بڑی توجہ تھی تو وہ تیاری کر کے آتے تھے تو یہاں (مدینہ منورہ میں) کوئی مجمع ہو اِس میں تقریر کوئی کرے گا باہر سے آنے والا وفد تو اُس کی جوابی تقریر کے لیے یہ تھے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ۔آواز ہی اُن کی ڈبل تھی جب وہ بولتے تھے۔تو اِس طرح بعض صحابہ کرامؓ کی آواز بڑی عجیب تھی جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بھی ہے روایت کہ وہ اَپنے غلاموں کو آواز دیتے تھے تو نو میل دس میل پرے آواز چلی جاتی تھی وہاں سے وہ اِدھر آجاتے تھے تو بعض بعض حضرات کو اللہ نے یہ چیز عطا کی ہے۔

اَور یہ بڑھتی بھی ہے قرآنِ پاک کی آیت ہے يَزِيْدُ فِى الْخَلْقِ مَايَشَآءُ ایک قراءت میں خَلْقِ کو حَلْقِ بھی پڑھا گیا ہے يَزِيْدُ فِى الْحَلْقِ مَايَشَآءُ تو آواز کو اگر بڑھایا جائے تو وہ بڑھتی بھی ہے، اُس زمانے میں لاؤڈ سپیکر تھے ہی نہیں تو بڑھاتے ہوں گے کوشش کرتے ہوں گے تو بڑھ جاتی

ہوگی آواز۔

تو جب یہ آیت اُتری رسول اللہ ﷺ کی آواز سے زیادہ آواز نہ اُٹھاؤ تو وہ (حضرت ثابتؓ) کہنے لگے کہ میری تو آواز ہی ایسی ہے بہت ڈرے اَور اِتنے ڈرے کہ روتے رہے اَور گھر ہی میں بیٹھ گئے کہ میرے تو اَعمال سارے ہی ختم ہوگئے ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ مجھے وہ نظر نہیں آئے کہاں ہیں ؟ تو صحابہ کرامؓ نے معلوم کیا معلوم ہوا کہ وہ تو گھر میں ہیں اَور اُس دِن سے جس دِن سے یہ آیت اُتری ہے گھر میں ہیں اَور روتے رہتے ہیں اَور یہ کہتے ہیں کہ میری آواز تو ڈبل تھی تو ڈبل آواز ہو تو وہ تو زیادہ ہی ہوگی تو میرا اَنجام کیا ہوگا ؟

آپ ﷺ کی طرف سے تسلی اَور بشارت :

تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کو پیغام بھیجا بہت اچھا پیغام کہ اِنَّکَ لَسْتَ مِنْ اَھْلِ النَّارِ اَور یہ فرمایا کہ وَلٰکِنَّکَ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ[۱] تم تو جنتی ہو، اُن میں تم نہیں داخل، تو پھر وہ آتے رہے۔ تو آواز کا تعلق بھی زبان ہی سے ہے حلق ہی سے ہے تو یہ نہ تھکتی ہے اَور جو بھی کام ہوتے ہیں اَکثر اِس سے ہوتے ہیں۔

تو حضرت اَبوبکر رضی اللہ عنہ اَور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی جہیر الصوت تھے۔ اَبوبکر رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جہیر الصوت تھے اُنہوں نے پابندی کی کہ اِس کے بعد وہ بڑی ہلکی آواز سے بولتے تھے بعض دفعہ پوچھنا پڑتا تھا کہ دوبارہ دُہرائیں کیا بات کہی، اِتنی اِحتیاط اُنہوں نے کی۔

تو اَبوبکر رضی اللہ عنہ اِسی طرح کی چیزوں کو دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ھٰذَا الَّذِیْ اَوْرَدَنِی الْمَھَالِکَ زبان ہی تو وہ ہے کہ جس نے مجھے بہت سی ہلاکتوں کی جگہ پہنچایا ہے ہاں یہ اَلگ بات ہے خدا نے بچالیا تو (حدیث میں) زبان کا مقدم کرنا اِس لیے ہے کہ اِس سے بہت زیادہ کام ہوتے ہیں تو جہ اُدھر جاتی ہی نہیں اَور ''اِصلاح'' کا بھی تعلق ہے اَور ''فساد'' کا بھی تعلق ہے۔

---

[۱] بخاری شریف کتاب التفسیر رقم الحدیث ۴۸۴۶

زیادہ کام زبان سے اَنجام پاتے ہیں :

اچھا اَب یہ ہے، مثال کے طور پر ایک حاکمِ اَعلیٰ ہے اَب وہ جا جا کے گلی گلی کسی کے چپت تو نہیں مارتا گھر گھر تو نہیں پھرتا بھاگا ہوا، دوڑتا ہوا، پیچھا کرتا ہوا بلکہ زبان سے ایک جملہ کہہ دیتا ہے حکم نافذ کردیتا ہے خیر کے بجائے شر کا خدا کے بجائے اپنے نفس کا۔ یہ کام کیسے کیا ؟ زبان سے کیا زبان سے حکم دیتا ہے، اِملا لکھاتا ہے، بولتا ہے اَور وہ شارٹ ہینڈ والا لکھ کر ٹائپ کر کے لا دیتا ہے زبان ہی سے کیا تھا اپنے ہاتھ سے ہر وقت تھوڑا ہی لکھتا رہتا ہے ہاتھ سے تو دستخط ہی کرنے پڑتے ہیں باقی تو سارے کام جو چل رہے ہیں دُنیا میں وہ اِسی زبان سے ہی چل رہے ہیں وہ بول رہا ہے وہ لکھ رہا ہے۔ اَور بھی طریقے ہوگئے اِس طرح کہ سب ٹیپ کر دیتے ہیں کہ یہ کرنا اَور یہ کرنا ہے اَور دُوسرا ملازم آتا ہے وہ ٹیپ سنتا ہے نقل کر لیتا ہے۔

تو زبان کا مقدم فرمانا رسول اللہ ﷺ کا یہ اِعجاز ہے اَور حدیث کی خوبی ہے فصاحت و بلاغت کی بہت بڑی خوبی ہے۔ تو آقائے نامدار ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ مسلمان کی شان یہ نہیں ہے کہ اُس کی زبان یا اُس کے ہاتھ سے کسی دُوسرے کو تکلیف پہنچے بلکہ وہ ہے صحیح معنٰی میں مسلمان کہ جس کے بارے میں لوگوں کا یہی گمان ہو کہ نہ اُس کے ہاتھ سے تکلیف پہنچے گی ہمیں نہ اُس کی زبان سے تکلیف پہنچے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اَعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے اَور آخرت میں رسول للہ ﷺ کا ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعاء...............

علمی مضامین سلسلہ نمبر ۵۵

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

شیخ التفسیر حضرت مولانا اَحمد علی صاحب لاہوریؒ

حضرت شیخ التفسیر رحمہ اللہ کی زیارت سے میں لاہور ہی میں مشرف ہوا ہوں اِس سے پہلے اَپنی تعلیم کے زمانے میں مراد آباد ہی سے اِسمِ گرامی سنتا آیا تھا وہاں کے طلبہ جو دُور دَراز کے (صوبہ بہار وغیرہ کے تھے) دورۂ تفسیر پڑھنے لاہور آیا کرتے تھے۔

دیوبند میں حضرت مولانا عبیداللہ صاحب اَنور مدظلہم سے پہلی بار ملاقات ہوئی پھر لاہور میں ۱۹۵۳ء میں بتوسط مولانا حمیداللہ صاحب رحمہ اللہ حضرت اَقدس مولانا اَحمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

میں حضرت کی خدمت میں اَور حضرت اَقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں صرف دُعا کی دَرخواست کے لیے معمولاً حاضری دیتا رہتا تھا اَور بحمد للہ آخر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ حاضری کا مقصد صرف یہی ہوتا تھا اِس لیے اِن دونوں گرامی قدر حضرات کے متوسلینِ کرام سے اِن حضرات کی رحلت کے بعد مراسم ہوئے۔ اِن کی خدمت میں حاضری دے کر فوراً ہی واپس چلا جاتا تھا۔

حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی خدمت میں شروع میں زیادہ تر حاضری تو جامعہ مدنیہ کے لیے رہنمائی کے سلسلہ میں ہوتی رہی جس کی ایک خاص وجہ جامعہ کا ایک تاریخی موڑ تھا کہ اِس کے لیے جگہ کی تلاش تھی ہمارے کچھ مرحوم دوستوں نے ماڈل ٹاؤن میں جگہ کی پیش کش کی جو ہمارے اَراکین نے مان لی۔

یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ جامعہ مدنیہ کی اِبتداء اِس طرح اَور اِس غرض سے ہوئی تھی کہ

''عربی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ کو اَنگریزی زبان، حساب، سائنس، جغرافیہ، اِقتصادیات، ایل ایل بی کا کورس پڑھا کر کمیونزم کے مقابلے میں اَور دُنیا کے تمام قوانین کے مقابلہ میں اِسلامی قوانین کا موازنہ کرنے کے لیے اَعلیٰ مبلغ تیار کیے جائیں، اُنہیں اِمتحانات نہ دلائے جائیں تاکہ ملازمتوں میں مصروف نہ ہوں اَور فریضہ تبلیغ سے جس کا اِنہیں اہل بنایا جا رہا ہے غافل نہ ہونے پائیں اِس کے لیے چارسالہ نصاب تجویز کیا نیز اِس دَوران اِس خیال سے کہ وہ علومِ عربیہ دینیہ سے بے بہرہ نہ ہونے پائیں اِن کے لیے نہایت قابل عربی علوم کے مدرس رکھے گئے اَور چار سالہ ایک خاص نصاب تجویز کیا گیا۔''

جن دوستوں نے ماڈل ٹاؤن میں جگہ تجویز کی تھی وہ جامعہ کے بنیادی مقصد کو نہ سمجھ سکے۔ میں ہندوستان گیا وہاں تقریبًا ایک ماہ کا عرصہ ٹھہرا واپس آیا تو اُن حضرات نے اَراکین کی بہت بڑی نئی باڈی تشکیل کرلی اَور اُنہوں نے جو تجاویز طے کیں اُن میں شروع سے طالبِ علم کو اَنگریزی تعلیم دِلانا کردیا ثانوی درجہ میں عربی تعلیم کردی۔

میں نے یہ صورتحال حضرت کی خدمت میں رکھی ساتھ میں کچھ ممبران بھی تھے خاص طور پر جناب غلام دستگیر صاحب تو ہر ملاقات میں لازمًا ہوتے تھے۔ حضرت لاہوری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ

''آپ اُن لوگوں کو چھوڑیں، مدرسہ ماڈل ٹاؤن نہ لے جائیں اَور اُن سے کہہ دیں کہ وہ اَپنا مدرسہ خود ہی جدا نام سے چلائیں۔''

ہم نے عرض کیا یہ بات اُن لوگوں سے جناب کا نام لے کر عرض کردیں۔ آپ نے فرمایا میرا

نام لے کر صاف کہہ دیں۔ جو صاحب ہمیں وہاں لے گئے تھے وہ مرحوم حضرتؒ سے بھی عقیدت رکھتے تھے اُن سے ہم نے یہ کہا اَور بالآخر اُن کی کارروائیاں رُک گئیں، رسید بکیں وغیرہ روک دی گئیں، اُنہوں نے اَپنے مدرسہ کا نام ''جامعہ سعیدیہ'' رکھا اُس میں ہمیں بھی ممبر رکھا اَور ہم نے جامعہ کو علیحدہ کرلیا۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ حضرت لاہوریؒ کی اَصابتِ رائے کے ساتھ ''صلابت'' کی بھی بات تھی۔

ہمدردی میں آپ نے یہیں بس نہیں کیا بلکہ آپ نے اِرشاد فرمایا کہ

''مدرسہ کا نظام اِمارت پر مبنی ہونا چاہیے۔ آپ نے فرمایا میرا چالیس سالہ تجربہ ہے کہ یہ لوگ جب کوئی کام چلنے لگتا ہے تو اُس میں دخل اَندازی کرتے ہیں اَور وہ کام ختم ہوجاتا ہے اِنہی تجربات کی بناء پر میں نے اَنجمن خدام الدین کی بنیاد اِمارت پر رکھی ہے۔''

میں نے آپ کے اِرشاد کے مطابق اَپنے اَغراض و مقاصد اَور اُصول وضوابط ترتیب دیے اَور پیش کیے۔

''آپ نے اَپنے دستِ مبارک سے اِن کی اِصلاح فرمائی اَور جہاں ضوابط میں کسی نقطہ نظر سے غلطی ہوئی تھی وہاں تبدیلی فرمائی۔

اِن اُصول وضوابط کو رجسٹرڈ کرایا گیا اَور اِن ہی پر اَب تک جامعہ کا نظام چل رہا ہے۔

جَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرَہٗ اَور یہ تحریر بفضلہٖ میرے پاس موجود ہے۔'' [1]

سب کام آپ نے کیے اَور پوری توجہ فرمائی تو ہم نے درخواست کی کہ سرپرستی قبول فرمائیں لیکن آپ نے رسمی سرپرستی کے بارے میں معذرت فرمائی اگرچہ عملاً جو کچھ کوئی سرپرست کرتا ہے وہ آپ ہمیشہ کرتے رہے۔ آپ کے لیے جامعہ کی شوریٰ کے اِجلاس وغیرہ میں شرکت متعذر تھی، خدام الدین کا کام بہت زیادہ تھا، وَاردین و صادرین کی بہت کثرت تھی جن میں سالکین زیادہ ہوتے تھے، اَسفار بھی ہوتے تھے اَور عمرہ کا سفر بھی فرماتے تھے۔

---

[1] یہ تاریخی اَور متبرک تحریر اَب راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے، والحمدللہ۔ محمود میاں غفرلہٗ

خدام الدین کی طرف اِتنی توجہ تھی فرماتے تھے کہ میں خود مضامین اِنتخاب کرتا ہوں اَور غیر معیاری مضامین کے بارے میں ایک دفعہ فرمایا کہ میں صفحوں کے صفحے قلم زد کر دیتا ہوں، توجہ اِس طرف تھی کہ مضمون بہت سادہ زبان میں ہو جسے کم سے کم پڑھا لکھا آدمی بھی پڑھے اَور سمجھے اَور عورتیں بھی گھروں میں پڑھیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ وقت کی اِس قدر پابندی فرماتے تھے کہ منٹوں اَور سیکنڈوں کا بھی فرق نہیں آنے دیتے تھے ہر نماز کے وقت دَروازہ کھلتا تھا اَور جماعت سے پہلے صفِ اَوّل میں اِمام کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے۔ پابندیٔ اَوقات کا مشاہدہ روزمرہ کے معمولات میں ہوتا رہتا تھا اَور یہ سب ملنے والے اَور وابستگان جانتے ہیں۔

ایک دفعہ مولانا سیّد داؤد صاحب غزنوی کے یہاں ایک میٹنگ تھی میں نے دیکھا کہ آپ وہاں میٹنگ کے وقت سے پانچ یا سات منٹ پہلے پہنچے، مولانا اَبوالحسنات رحمہ اللہ بھی تشریف لانے والے تھے لیکن وہ بہت بعد میں تشریف لائے اِسی طرح بعض اَور بھی شرکاء آئے اَور میٹنگ اُن کی آمد تک موقوف رہی۔

آپ کی پابندیٔ اَوقات بھی ہم سب کے لیے ایک دَرس ہے۔ آپ خدام الدین کا کام یکسوئی سے اَنجام دینے کے لیے حاجی دین محمد صاحب کے برف خانہ میں تشریف لے جاتے تھے اُنہوں نے آپ کے لیے ایک کمرہ مختص کر دیا تھا اَور اِس کے برابر والا کمرہ نماز باجماعت کے لیے وہاں ملاقاتی لوگ نہیں جاتے تھے۔ ہم نے بارہا ایسا کیا کہ وہاں ملنے کے لیے گئے اَور ملاقات سے مشرف ہوئے اَلبتہ ہم خود بھی ایسا کرتے رہے کہ نماز کے وقت جاتے تھے اَور جماعت کے بعد ضرورت کی بات کر لیتے تھے آپ نے ہمیں وہاں پہنچنے سے اَور ملنے سے کبھی اِشارۃً بھی منع نہیں فرمایا۔ ہم نے بھی ضرورت سے زیادہ کبھی بات نہیں کی اَور کبھی فقط زیارت ہی کے لیے جانا ہوا تو فقط ملاقات و مصافحہ اَور خیریت دَریافت کرنے ہی پر اِکتفاء کیا۔ بہرحال یہ معاملہ بھی آپ کی مرحمت و شفقت ہی میں داخل ہے ورنہ اِس قدر اُصول کی پابند شخصیت ایسی حرکت کی اِجازت نہیں دے سکتی۔

جمعیۃ علمائے اِسلام کے اِس موجودہ شکل میں اَحیاء کا کام حضرت مفتی صاحب کے ہاتھوں اِس طرح ہوا ہے کہ

''۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں اِحتشام الحق تھانوی کے حکمران ٹولہ کے ساتھ اِتنے زیادہ قریبی اَور گہرے تعلقات تھے کہ جن کی وجہ سے اُن کی ذات بُری طرح مجروح ہوگئی اَور جمعیۃ علماءِ اِسلام کا قدیم ڈھانچہ بے جان ہوگیا اُس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہم کو توفیق مرحمت فرمائی، اِنہوں نے مصارف کا اِنتظام کیا اَور حضرت شیخ التفسیر مولانا اَحمد علیؒ کی اِعانت سے ملتان میں پہلی بار مغربی پاکستان کی سطح پر علماء کے بہت بڑے اِجتماع کا اِنتظام فرمایا اِس پر مجھے بھی مدعو فرمایا تھا۔

علماء کی اَز سر نو تنظیم پر سب کا اِتفاق تھا اَلبتہ اُسکے نام پر بہت بحث ہوتی رہی بالآخر ''جمعیۃ علماءِ اِسلام'' ہی نام تجویز ہوا۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی، مولانا عبدالحنان صاحب ہزارویؒ اَور مولانا محمد نعیم صاحب لدھیانوی جو قدیم جمعیۃ علماءِ ہند کے نظماء وغیرہ رہتے آئے تھے وہ بھی شریک تھے اَور عہدہ دار بھی (شریک) ہوئے۔

بہر حال جمعیۃ علماءِ اِسلام کا اَز سر نو اِنتخاب عمل میں آیا اَور حضرت لاہوریؒ اَمیر قرار پائے۔ اِس کے بعد بھی جمعیۃ کی مجالس میں میں شریک ہوتا رہا حضرت مولانا عبداللہ صاحب دَرخواستی دامت برکاتہم بھی شرکت فرمانے لگے اَور بالآخر حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد آپ اَمیر قرار پائے۔''

اِس اِجمالی تاریخ کے ذکر کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جمعیۃ کی مجالس میں بسا اَوقات اِختلافِ رائے ہوجاتا تھا ایک دفعہ ایسے ہی اِختلاف کے وقت حضرتؒ نے فرمایا کہ

''میں ساتھیوں کے سامنے اَپنی رائے رکھ دیتا ہوں لیکن اگر اِن کی رائے مجھ سے مختلف ہو تو جو طے ہو جاتا ہے پھر میں اُس کی پوری طرح پابندی کرتا ہوں۔''

حضرتؒ نے یہ بات یوں ہی نہیں فرمادی تھی بلکہ حقیقتاً آپ کا یہی طریق تھا۔آپ کے اِس ایک اُصول میں غلام غوث ہزاروی صاحب اَور اُن جیسے مزاج والوں کے لیے عظیم دَرس ہے اَور یہی اُصول اِس آیتِ مبارکہ میں تعلیم فرمایا گیا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ اَور اِعْجَابُ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهٖ کہ ہر صاحبِ رائے کو اَپنی ہی رائے سب سے اچھی لگنے لگے۔حدیثِ پاک میں اِسے سامانِ بربادی قرار دیا گیا ہے۔والعیاذ باللہ !

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت اَقدس مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی قدس سرہٗ سے جیسا والہانہ تعلق تھا اِس کی مثال مشکل سے ملے گی، ہفتہ میں دو ایک بار بھری مجلس میں ضرور تذکرہ فرماتے تھے وہ بھی ایسے عجیب اَنداز سے کہ جو اُن کا ہی حق تھا۔

آپ فرماتے تھے کہ جمعیۃ علماءِ ہند کی مجالسِ شوریٰ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے سامنے میں چار چار گھنٹے دوزانو بیٹھا رہتا تھا حالانکہ آپ کو جوڑوں کی تکلیف کا عارضہ تھا....اَور سچ مچ.....ایسی محبت وعقیدت رکھنے والا شاید ہی کوئی اَور ہو کہ اَپنے صاحبزادۂ گرامی قدر حضرت مولانا عبید اللہ اَنور صاحب سے فرمایا کہ

''میری ڈاڑھی کے بال حضرت مدنی کی جوتیوں میں سلوا دینا۔''

اَور جلسۂ عام میں فرمایا کہ

''جو علم حسین اَحمد مدنی کی جوتیوں میں ہے وہ اَحمد علی کے دماغ میں نہیں ہے۔''

پاکستان بننے کے بعد حضرت مدنی رحمہ اللہ کا جو گرامی نامہ آیا وہ آپ نے فریم کرا کر رکھا تھا۔

کیونکہ آپ پر نسبتِ قادریہ کے اَثرات میں سے کشف کی حالت کا غلبہ تھا اَور اِس میں بھی اِظہار غالب تھا اِس لیے آپ کشفی حالات برملا بتلاتے رہتے تھے۔

ایک دفعہ شوریٰ کے اِجلاس میں فرمایا کہ

''مجھے اَولیاء اللہ کے باطن دیکھنے کا شوق ہے اَور میں حج کے موقع پر ایسا کرتا رہتا ہوں۔ میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ حضرت مدنی جیسا دُنیا میں میں نے کوئی نہیں دیکھا اُن جیسا کوئی صاحبِ باطن نہیں ہے۔''

ایک مرتبہ آپ نے ایک صاحب کو بیعت فرمایا اُنہیں جو نصیحت فرمائی وہ نہایت قیمتی تھی مجھے اِتنی اچھی لگی کہ آج تک یاد ہے کہ

''اگر دُوسرے کو نفع نہ پہنچا سکو تو اِس بات کا پورا لحاظ رکھو کہ کم اَز کم تم سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔''

حدیث شریف میں اِرشاد ہے : اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ .

کامل مسلمان وہی ہے کہ جس کے ہاتھ اَور زبان کے ضرر سے مسلمان محفوظ رہیں۔

ایک دفعہ آپ نے ایک سالک کو ھُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ کا مراقبہ تعلیم فرمایا تو اِس میں تشریح کرتے اَور سمجھاتے وقت عارفانہ اَنداز میں یہ کلماتِ فنائیہ اِرشاد فرمائے کہ :

''یہ خیال کرو کہ کوئی چیز نہیں ہے، نہ میں ہوں، نہ زمین ہے، نہ آسمان، نہ شیطان، نہ کچھ اَور۔''

ایک دفعہ رات کا وقت تھا جب مجلس برخاست ہوئی تو مصافحہ کے وقت اِرشاد فرمایا کہ

''جامعہ مدنیہ چلے گا۔ میرے ہاتھ مصافحہ ہی میں تھے اَور میں نے فورًا نظر اُٹھا کر چہرہ کی طرف دیکھا تو مسکراتے ہوئے مصافحہ ہی میں ہاتھوں کو خفیف جھٹکا دیتے ہوئے اَور غالبًا میرے اِستعجاب کو بھانپتے ہوئے فرمایا کہ میں کہتا ہوں چلے گا۔''

میں سمجھتا ہوں کہ آپ یہ کشف ہی سے فرما رہے تھے۔

ایک دفعہ حاضری کے وقت آپ نے اَپنے کچھ حالات سنائے جو نہایت درجہ عسرت کے

زمانے کے تھے اُن میں اُس تنگی کے دَور کے حالات بھی بتلائے جن کا ذکر مناسب نہیں معلوم ہوتا اُور یہ کہ پھر آپ نے حضرت مولانا تاج محمود صاحب اَمروٹی قدس سرہٗ کو عریضہ تحریر فرمایا اُور جو عمل اُنہوں نے تحریر فرمایا تھا وہ بھی بتلایا اُور مجھے بھی اِس کی اِجازت عنایت فرمائی۔ اَور بھی باتیں اِسی قسم کی اِرشاد فرمائیں۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَرَفَعَ دَرَجَاتِهٖ. آمِیْن .(بشکریہ ہفت روزہ خدام الدین حضرت لاہوریؒ نمبر)

☸

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِن دو حضرات کے باہمی تعلق اَور محبت سے متعلق کچھ تاریخی تحریر اَور واقعات اِس مضمون کے اِختتام پر ذکر کر دیے جائیں :

حضرت مولانا اَحمد علی لاہوریؒ کی نظر میں حضرت اَقدسؒ بانیٔ جامعہ کا مقام

۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کے درمیان میں لاہور میں مقیم تھا اَور شارٹ ہینڈ بھی سیکھتا تھا، اِس دَوران حضرت مولانا اَحمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوتی رہتی تھی، ایک بار حضرت لاہوریؒ نے مجلس میں حضرت مولانا سیّد حامد میاں رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یوں اِرشاد فرمایا کہ :

'' اگر کسی نے زِندہ پیر دیکھنا ہو تو جامعہ مدنیہ چلا جائے اَور اُن کی زیارت کرے ''

چونکہ میں اُس وقت اُس مجلس میں حاضر تھا اِس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ کلمات میں نے خود اپنے کانوں سے سنے۔ اِن دونوں اَکابر کا آپس میں کتنا گہرا تعلق تھا اِس کا اَندازہ لگانے کے لیے حضرتؒ کے یہ کلمات کافی ہیں۔

دستخط : حکیم علی اَحمد

دواخانہ مقدونیہ جوہر آباد

۳؍ جولائی ۱۹۹۶ء

☆

جامعہ مدنیہ کے اِبتدائی کتب کے مدرس حافظ نذیر اَحمد صاحب جو غالبًا حضرت لاہوری ہی سے بیعت بھی تھے ہمیں سبق میں بتلایا کرتے تھے کہ حضرت لاہوری کو میں نے یہ کہتے ہوئے خود سنا ہے کہ

''میرے تین بیٹے ہیں اَور چوتھے بیٹے مولانا حامد میاں صاحب ہیں ۔''

حافظ صاحب نے یہ بھی بتلایا کہ

''حضرت حضرت لاہوری کی خدمت میں جب حاضری دیتے تو حضرت لاہوری کھڑے ہوکر اُن کا اِکرام فرماتے اَور رُخصتی کے وقت دروازے تک تشریف لاتے ۔''

محمود میاں غفرلہٗ

مجموعہ مقالاتِ حامدیہ

قرآنیات

عالمِ ربانی محدثِ کبیر

حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید و خانقاہِ حامدیہ

و اَمیر مرکزیہ جمعیت علمائے اِسلام

نظر ثانی وعنوانات

شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب مدظلہم

باہتمام

خانقاہِ حامدیہ ۱۹رکلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب کے ''مجموعہ مقالاتِ حامدیہ'' کا پہلا حصہ جو ''قرآنیات'' سے متعلق ہے شائع ہوکر مارکیٹ میں آچکا ہے، رعایتی قیمت : ۸۰روپے

(رابطہ نمبر : 0333-4249-302)

قسط : ۲۸

اَنفَاسِ قدسیہ

قطبِ عالم شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنی ؒ کی خصوصیات

﴿ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ بجنوری ﴾
فاضل دارُ العلوم دیو بند و خلیفہ مجاز حضرت مدنی ؒ

کرامتِ حسّی :

اِس کرامت کو ''خرقِ عادت'' یا ''کرامتِ ظاہری'' کہا جاتا ہے جس کے متعلق میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ علامتِ ولایت یا معیارِ بزرگی نہیں ہے۔ اَولیاءاللہ ہمیشہ اِس سے گریز کرتے ہیں اَور اگر بلا قصد و اِرادے کے اُن سے کسی کرامت کا صدور ہو بھی گیا تو اُنہوں نے اُس پر بھی ندامت کا اِظہار کیا اَور جہاں تک ممکن ہو سکا اُس کو چھپایا ہے۔

قَدْ قَالَتِ الصُّوْفِیَّةُ الْعَلِیَّةُ اَلْکَرَامَةُ حَیْضُ الرِّجَالِ لَا بُدَّ اِسْتِتَارُھَا وَلَا مَزِیَّةَ لِاَحَدٍ عَلٰی اَحَدٍ بِھَا وَمِنْ ثَمَّ نَدِمَ بَعْضُ الرِّجَالِ عَنْ کَثْرَةِ ظُھُوْرِ خَرْقِ الْعَادَاتِ بِاَیْدِیْھِمْ .(تفسیر مظھری ج ۵ ص ۴۱)

''صوفیاءِ کرام نے فرمایا ہے کہ کرامت (خرقِ عادات) مردانِ خدا کا حیض ہے اِس کا چھپانا ہے۔ اَور اَولیاء میں سے کسی کو کسی پر خرقِ عادات کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے اِسی وجہ سے بعض اَولیاء اللہ کو اپنے سے بکثرت کرامات کے ظہور سے ندامت ہوتی ہے۔''

تاہم کسی بزرگ ولی اللہ سے کرامتِ حسی کا ظہور ہونا منجملہ اِنعامِ اِلٰہی ہے۔ شیخ محی الدین اِبن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اَمَّا الْخَاصَّةُ فَالْکَرَامَةُ عِنْدَھُمُ الْعِنَایَةُ......الخ (نفحات الانس)

خواص کے نزدیک کرامت بھی عنایتِ ایزدی ہے اِس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ اَپنے کسی بندے سے راضی اَور خوش ہوتا ہے تو اُس پر اَپنی عنایات کی بارش شروع کر دیتا ہے۔ اَور چونکہ اَولیاء اللہ کے قلوب مشاہدۂ حق اَور ذکرِ حق میں ہمہ وقت مصروف اَور مشغول ہوتے ہیں لہٰذا ظاہر ہے کہ اُس قلب میں جس کی یہ کیفیت اَور حالت ہوگی عام اِنسانوں سے زیادہ اَوصاف اَور قدرتِ خداوندی کا مظہر ہوگا اِس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ جس طرح سے آتشی شیشہ ہوتا ہے کہ جب سورج کے سامنے آتا ہے تو وہی کمالات حاصل کر لیتا ہے جو سورج میں ہوتے ہیں لہٰذا اگر رُوئی کو اُس کے مقابل لا کر رکھ دیا جائے تو جلا ڈالے گا اَور اگر آنکھوں کے سامنے کر دیا جائے تو پھاڑ ڈالے گا کیونکہ سورج کے اَوصاف اپنے اَندر جذب کیے ہوتا ہے اَور سورج میں چونکہ جلال کا نمونہ زیادہ ہے اِس وجہ سے جلالیت زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔

اَور اللہ تعالیٰ چونکہ تمام اَوصافِ کمالیہ کا منبع ومخرج ومعدن ہے اِس لیے اَولیاء اللہ کے قلوب کو مشاہدہ حق میں مستغرق ہونے کی وجہ سے بہت سی صفات اَور کمالات حاصل ہوجاتے ہیں اِسی وجہ سے اَولیاء اللہ معدنِ اِسرار اِلٰہی ہوتے ہیں۔

لہٰذا جب اُن سے اِن اِسرار میں سے کسی چیز کا ظہور ہوتا ہے تو خلافِ اَدب سمجھتے ہوئے ندامت ظاہر کرتے ہیں کہ یہ بات اَمانت اَور رَازداری کے خلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ اِمام اَبوحنیفہؒ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ اِن کو جو کشف عنایت کیا گیا ہے سلب کر لیا جائے۔

یہی خرقِ عادات جب کسی جوگی یا کافر غیر متبع شریعت سے ظاہر ہوتے ہیں تو اُس کو ''اِستدراج'' کہا جاتا ہے اُس میں نورانیت نہیں بلکہ ظلمت ہوتی ہے اَور شیطان کا بہت دخل ہوتا ہے گویا کہ یہ مشاہدہ شیطان سے حاصل ہوتا ہے۔ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْھَا

کرامتِ حسی یا خرقِ عادات جن کا ظہور اَولیاء اللہ سے وقتاً فوقتاً ہوتا ہے بہت طرح کی ہوتی ہیں جیسے اِیجادِ معدوم اَور اعدامِ موجود اَور کسی مخفی چیز کو ظاہر کر دینا اَور ظاہر کو مخفی کر دینا، مجیب الدعا ہونا، مسافتِ بعیدہ کو تھوڑے وقت میں طے کر دینا یا طے کرا دینا، مغیبات کا علم ہوجانا اَور اُس کی اِطلاع کر

دینا، ایک ہی وقت میں چند اَماکن میں موجود ہونا، مُردوں کا زندہ کرنا اَور زندہ کو مار دینا، حیوانات، جمادات، نباتات کا کلام سمجھنا اَور اُن سے کلام کرنا، بلا اَسباب کے طعام حاضر کر دینا، یا غیر موسم کے پھل لا دینا، ہوا میں اُڑنا، پانی پر چلنا وغیرہ وغیرہ اَور بہت سے اُمورِ عجیبہ وغریبہ ہیں۔

اِن تمام اقسام کو مذکورہ بالا مختصر بیان کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے گا تو زیادہ تعجب کی چیز نہ رہے گی۔ ہاں بے شک یہ تعجب کی چیز ہے کہ اِنسان کا قلب مشاہدۂ جمالِ اِلٰہی میں مستغرق رہے۔ آگے تو سب کچھ باری تعالیٰ ہی کے فیضان کا ظہور ہوتا ہے ورنہ اِنسان بذاتِ خود کسی ستائش کا مستحق نہیں ہے۔

دوستو! یہ سب کمالات اللہ اللہ کرنے سے حاصل ہوتے ہیں، ہمت کرو اَور اللہ اللہ کرو، اِنشاء اللہ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ کا مصداق بن جاؤ گے۔

اَب ہم آپ کے سامنے حضرت شیخ الاسلامؒ کی کراماتِ حسّیہ پیش کرتے ہیں۔

اِتنا معلوم ہونا نہایت ضروری ہے کہ حضرتؒ کے یہاں اِخفاء اِنتہا سے زائد تھا اِس وجہ سے بکثرت کرامات کا ظہور نہیں ہوا، تاہم اُن کے بلا قصد اَور بلا اِرادے کے جتنا بھی ظہور ہوا اُس کی تعداد بھی سینکڑوں سے متجاوز ہے لیکن ہم تمام کرامات کو ذکر نہ کریں گے اَور یہ ہمارے اِمکان سے بھی باہر ہے اَور خواہ مخواہ کتاب بھی طویل ہو جائے گی اِس وجہ سے چند کرامات پیش کرتا ہوں۔

(۱) منشی محمد یٰسین صاحب دھامپوری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرتؒ دھامپوری تشریف لائے لیکن بدقسمتی سے چند گھنٹہ پیشتر میرے بچے کا پیر جل گیا۔ حضرتؒ نے اسٹیشن پر میرے بارے میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے عرض کر دیا کہ وہ اِس وجہ سے نہیں آئے کیونکہ اُن کے بچے کا پیر جل گیا ہے چنانچہ حضرتؒ نے دُعا کی اَور انڈے کی زردی کا لیپ بتایا صبح کو جب دیکھا تو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ کون سا پیر جلا تھا۔

(۲) ناصر تانگہ والا جس کا تانگہ حضرتؒ کے لیے مخصوص تھا، کہتا تھا کہ ایک مرتبہ حضرتؒ میرے تانگہ پر سوار ہو کر اسٹیشن تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں تانگہ ایک بوڑھے سے ٹکرا گیا اَور اُس کے کافی چوٹ آگئی چنانچہ پولیس والے نے تانگہ روک لیا، میں نے اُس سے ہر چند چاہا کہ اِس

وقت گاڑی کا وقت قریب ہے حضرت تشریف لے جا رہے ہیں میں اِن کو اسٹیشن پر چھوڑ آؤں اُس کے بعد جو چاہے کرنا مگر وہ نہ مانا۔

بہرحال حضرتؒ تو تانگہ سے اُتر کر پیدل چل دیے جس کا آج تک مجھے ملال ہے اَور سپاہی میرا تانگہ لے کر چوکی پر آیا اَور وہاں سے تھانے لے کر آیا لیکن اِتفاق سے تھانیدار موجود نہ تھا، بوڑھا جس کے چوٹ آئی تھی ہسپتال بھیجا گیا تو اِتفاق سے وہاں بھی ڈاکٹر موجود نہ تھا۔شام کو جب تھانیدار صاحب آئے تو اُنہوں نے واقعہ سنا اَور سپاہی پر بہت برہم ہوئے کہ تو نے دیکھا نہیں کہ مولانا پیدل تشریف لے گئے اَور کچھ خیال نہیں کیا۔ بہرحال اُس سپاہی کو وہاں سے تبدیل کر دیا اَور بوڑھے کو دوسو روپے دے کر راضی کیا اِس طرح سے میری جان بخشی ہوئی۔

(۳) مولانا رحیم الدین صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مظفر نگر سے کھتولی کو بذریعہ لاری جا رہا تھا۔اُس لاری میں حضرتؒ بھی تشریف فرما تھے لاری میں چوبیس سیٹیں تھیں لیکن بٹھا لیے گئے تھے چھتیس آدمی، نتیجہ یہ ہوا کہ پولیس والے نے لاری کو روک لیا ڈرائیور وغیرہ نے کہا اَب جانے دیجیے اُس نے کہا کہ میں جب تک گاڑی چیک نہ کرلوں گا جانے نہ دُوں گا، گاڑی میں سواری زیادہ ہیں بہرحال وہ اَندر آیا اَور سواریوں کو شمار کیا تو چوبیس سواریاں اُس کے شمار میں آئیں، غرض کہ ہر طرف سے اُس نے گنا لیکن چوبیس سواریوں سے زیادہ شمار نہ کر سکا حالانکہ سواریاں چھتیس ہی تھیں۔ ہار کر وہ گاڑی کے چالان سے باز آیا۔

(۴) بانس کنڈی آسام سے راقم الحروف قیام رمضان المبارک کے بعد وطن کے لیے رُخصت ہوا اَور حضرتؒ سے دُعاءِ عافیت کرائی چنانچہ اَثنائے سفر میں گاڑی بدر پورا اَور پنڈوگھاٹ کے دَرمیان سفر کر رہی تھی کہ راقم الحروف کی آنکھ کھلی کہ بالکل اُجالا ہو گیا تھا چنانچہ راقم الحروف اَپنی اُوپر کی سیٹ سے نیچے آیا اَور بیت الخلاء کے نل سے پانی لے کر وضو کیا، گاڑی کا یہ عالم کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی ناممکن تھا اِس لیے کہ اُس ڈبے میں حد سے زیادہ مسافر اَور سامان موجود تھا، بہرحال جوں توں کر کے کھڑکی کے پاس آیا تو سورج نکلنے کے قریب تھا، دِل میں خیال کیا کہ اِلٰہی میں تو حضرت سے دُعا کرا کر

چلا ہوں آج نماز قضا ہو رہی ہے بس یہ خیال آنا تھا کہ گاڑی جنگل میں بلا کسی اسٹیشن کے رُک گئی۔ راقم الحروف نے جلدی سے نماز اَدا کی اَور خدا کا شکر اَدا کیا جیسے ہی گاڑی کے پائیدان پر پیر رکھا گاڑی نے چلنا شروع کر دیا۔

(۵) ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ نماز اَدا کرنے کے لیے پنجاب میل سے نجیب آباد اسٹیشن پر اُترے، گاڑی نے فوراً ہی سیٹی دے دی۔ حضرتؒ نماز پڑھتے ہی رہے نتیجہ یہ ہوا کہ گاڑی کا کوئی پرزہ خراب ہوگیا کہ جس کی وجہ سے گاڑی ڈیڑھ گھنٹہ لیٹ ہوگئی۔

(۶) مولانا ظل الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سہنسپور میں جمعیۃ علماء ہند کا سالانہ جلسہ تھا لیکن جس دِن جلسہ کی تاریخ تھی اُس سے تین دِن پیشتر سے لے کر تاریخِ جلسہ تک اِس قدر بارش ہوئی کہ جل تھل ایک ہوگئے اَور اَبرِ محیط کا یہ عالم تھا کہ کہیں سے کھلتا ہوا نظر نہ آتا تھا۔ لیگی حضرات آوازیں کس رہے تھے اَور مذاق اُڑا رہے تھے اِسی حالت میں حضرتؒ سہنسپور تشریف لے آئے سب لوگوں نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ حضور دُعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ بارش روک دیں چنانچہ حضرتؒ نے دُعا فرمائی اُسی وقت قبل عصر اَبر آلود آسمان پر بادل چھٹا اَور سورج جگمگاتا ہوا دِکھائی دیا اَور عشاء کے وقت تک وہیں زمین جہاں گھٹنوں تک پانی بھرا تھا خشک ہوگئی اَور بفضلہٖ تعالیٰ عشاء کی نماز کے بعد شاندار اَور کامیاب جلسہ ہوا۔

(۷) منشی سیّد محمد شفیع صاحب تحویلدار دارُالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ ایک دِن ہم حضرتؒ کے پاس عصر کی نماز کے بعد بیٹھے ہوئے تھے کہ برسبیل تذکرہ حضرت مولانا قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ کا نام آیا حضرتؒ نے فرمایا وہ کہاں ہیں ؟ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ اُن کے پیر میں نقرس کا دَرد ہے بہت تکلیف میں ہیں حرکت کرنا دُشوار ہے چنانچہ حضرتؒ قاری حفظ الرحمٰن صاحبؒ کے کمرے میں تشریف لائے ہم لوگ بھی ساتھ تھے مزاج پرسی کے بعد حضرتؒ نے اَنگوٹھے پر دم کیا چنانچہ اُسی وقت دَرد کافور ہوگیا اَور قاری صاحبؒ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے تشریف لائے یا یہ حال تھا کہ تڑپ رہے تھے اَور حرکت کرنا دُشوار تھا۔ (جاری ہے)

قسط : ۱۴

پردہ کے اَحکام

﴿ اَز افادات : حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانویؒ ﴾

شرعی پردہ کے تین درجے :

مسلمان عورت جو آزاد ہو باندی نہ ہو، بالغ ہو چکی ہو یا بالغ ہونے کے قریب ہو، جوان ہو یا بوڑھی ہو اُس کے لیے اَجنبی مردوں سے پردہ کرنے کے تین درجے ہیں :

☆ ایک یہ کہ چہرہ اَور ہتھیلیوں کے علاوہ (اَور بعض کے نزدیک پیروں کے علاوہ بھی) باقی تمام بدن کو کپڑے سے چھپایا جائے، یہ اَدنیٰ (سب سے کم) درجہ کا پردہ ہے۔

☆ دُوسرے یہ کہ چہرہ اَور ہتھیلیوں اَور پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپایا جائے یہ درمیانی درجہ کا پردہ ہے۔

☆ تیسرے یہ کہ عورت دِیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں (اِس طرح) رہے کہ اُس کے کپڑوں پر بھی اَجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے، یہ سب سے اَعلیٰ درجے کا پردہ ہے۔

اَور یہ تینوں درجے کے پردے قرآن وحدیث میں مذکور ہیں اَور شریعت میں اِن کا حکم موجود ہے جن کی تفصیل عنقریب آرہی ہے۔

پہلے درجہ کا ثبوت :

وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا. (وَفُسِّرَ بِالْوَجْہِ وَالْکَفَّیْنِ)

عورتیں اپنی زینت کے مواقع کو ظاہر نہ کریں مگر جو اُن میں سے اکثر کھلا ہی رہتا ہے جس کی تفسیر حدیث میں چہرہ اَور ہتھیلیوں کے ساتھ کی گئی ہے کہ اِن کا کھولنا ضرورت کی وجہ سے مستثنیٰ ہے اَور پیروں کو فقہاء نے قیاسًا داخل کیا ہے۔

☆ یَا اَسْمَاءُ اَلْمَرْأَةُ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَنْ یَّصْلُحَ اَنْ یُّرٰی مِنْھَا اِلَّا ھٰذَا وَھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَکَفَّیْہِ (رواہ اَبو داوٗد)

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت اَسماءؓ سے فرمایا کہ اے اَسماء جب عورت بالغ ہوجائے تو علاوہ اِس کے اور اِس کے، اَور حضور نے اپنے چہرہ اَور ہتھیلی کی طرف اِشارہ فرمایا اِس کے علاوہ اَور کسی عضو کا اَجنبی مردوں کے سامنے کھولنا جائز نہیں۔''

اِس (آیت وحدیث) میں پردہ کے پہلے درجہ کا ذکر ہے (یعنی یہ کہ چہرہ اَور ہتھیلی کے علاوہ پورے جسم کا پردہ کیا جائے جو پردہ کا کم سے کم درجہ ہے)۔

پردہ کے دُوسرے درجہ کا ثبوت :

یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ (سُورۃ الاحزاب)

''عورتیں اپنے اُوپر چادر ڈال لیا کریں۔''

قَالَتِ امْرَأَةٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِحْدَانَا لَیْسَ لَھَا جِلْبَابٌ قَالَ لِتُلْبِسْھَا صَاحِبَتُھَا مِنْ جِلْبَابِھَا. (بخاری شریف رقم الحدیث ۳۵۱)

''ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ! ﷺ ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہوئی تو عید کی نماز کو کیسے جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اِس کے ساتھ والی اِس کو اپنی چادر اَوڑھا دے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُرْخِی (الْمَرْأَةُ الْاِزَارَ) شِبْرًا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ اِذًا تَنْکَشِفُ اَقْدَامُھُنَّ قَالَ فَیُرْخِیْنَ ذِرَاعًا. (رواہ اَبو داوٗد)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت اپنی اِزار کو پنڈلی سے ایک بالشت نیچے لٹکائے تو حضرت اُمِ سلمہؓ نے عرض کیا کہ اِس صورت میں اِن کے پیر کھلے رہیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک ہاتھ لٹکا لیا کریں۔''

اِن آیات واَحادیث میں پردہ کے دُوسرے درجہ کا ذکر ہے (یعنی یہ کہ چہرہ اَور ہتھیلیوں اَور

پیروں کو بھی برقع وغیرہ سے چھپالیا جائے، جو پردہ کا دُوسرا اَور درمیانی درجہ ہے)۔

پردہ کے تیسرے یعنی اَعلیٰ درجہ کے پردہ کا ثبوت :

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ .(سُورة الاحزاب)

''اَور بیبیو ! تم اپنے گھروں میں رہا کرو۔''

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (سُورة الاحزاب)

''اَور جب تم عورتوں سے اِستعال کے لیے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے آڑ میں ہو کر مانگو۔''

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ .(سُورة الطلاق)

''اَور عورتوں کو اُن کے گھروں میں سے نہ نکالو اَور نہ خود نکلیں۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ (لِاُمِّ سَلَمَةَ وَمَیْمُوْنَةَ) اِحْتَجِبَامِنْهُ(اَیْ مِنْ ابْنِ اُمِّ مَکْتُوْمٍ) فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَلَیْسَ هُوَ اَعْمٰی فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهِ . (رواه احمد ، الترمذی و اَبو داوٗد)

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت اُم سلمہ و میمونہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ اِن سے پردہ کرو یعنی عبداللہ بن اُم مکتوم نابینا سے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ نابینا نہیں ہیں ؟ ہم کو دیکھ نہیں سکتے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی اَندھی ہو کیا تم اُن کو نہیں دیکھتیں۔''

اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّیْطَانُ . (رواه الترمذی)

''عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اُس کو تاکتا ہے (اَور اُس کے پیچھے لگتا ہے)۔''

اِن آیات واَحادیث میں پردہ کے تیسرے درجہ کا ذکر ہے (یعنی یہ کہ عورت دِیوار یا پردہ کے پیچھے آڑ میں رہے کہ اُس کے کپڑوں پر بھی اَجنبی مردوں کی نظر نہ پڑے، یہ اَعلیٰ درجہ کا پردہ ہے۔)

پردہ کی قسموں میں اَصل پردہ تیسرے ہی درجہ کا ہے :

نقلی واَصلی مسلمہ ہے کہ اَحکام بعض اَصلی ہوتے ہیں اَور بعض عارضی، اِسی طرح پردہ کے دو درجے ہیں، ایک اَصلی جو اِن آیات میں مذکور ہے وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ اے عورتو! اپنے گھروں میں رہا کرو وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ جب عورتوں سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کی آڑ سے مانگو۔ یہ پردہ کا حکم اَصلی ہے جو تیسری قسم ہے۔

اَور دُوسرا درجہ عارضی ہے وہ یہ کہ ضرورت کے موقع پر اِس (حکمِ اَصلی) میں تخفیف کردی گئی اَور یہ دَرجہ اِن آیات میں مذکور ہے یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ الآیۃ وَغَیْرُ ذَالِکَ الآیۃ وَغَیْرُ ذَالِکَ . (اِمدادالفتاوی ج ۴ ص ۱۹۵)

پردہ کے تینوں دَرجوں کے اَحکام اَور اُن کا باہمی فرق :

پردہ کے اِن تینوں دَرجوں میں اِتنا فرق ضرور ہے کہ پہلا دَرجہ اپنی ذات سے واجب ہے اَور دُوسرا اَور تیسرا کسی عارض کی وجہ سے واجب ہے مگر اِس فرق سے یہ لازم نہیں آتا کہ اِن تینوں دَرجوں میں سے کوئی دَرجہ واجب نہ رہے بلکہ اِس فرق کے ساتھ تینوں دَرجے واجب ہیں۔

☆ اَور چونکہ پہلا درجہ (یعنی چہرہ اَور ہتھیلیوں کے علاوہ پورے بدن کا چھپانا) اپنی ذات سے واجب ہے اِس لیے اُس کا حکم بھی جوان اَور بوڑھی عورتوں سب کو عام ہے یعنی چہرہ اَور ہاتھوں کے سوا باقی بدن یا سر کے کسی حصہ کو اَجنبی کے سامنے کھولنا بوڑھی عورتوں کو بھی جائز نہیں۔

☆ اَور دُوسرے اَور تیسرے درجے کا پردہ (یعنی برقع کے ساتھ باہر نکلنا یا گھروں کے اَندر رہنا) چونکہ عارض (یعنی فتنہ) کی وجہ سے واجب ہے اِس لیے اِن کے واجب ہونے کا مدار اِس عارض (فتنہ) ہی پر ہے جہاں وہ عارض (یعنی فتنہ کا خطرہ) موجود ہوگا وہاں یہ دَرجے واجب ہوں گے اَور جہاں عارض موجود نہ ہوگا وہاں یہ دَرجے واجب نہ ہوں گے۔ اَور وہ عارض فتنہ کا اَندیشہ ہے جس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ اِرشاد ہے اِسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ نیز حق تعالیٰ کا یہ اِرشاد بھی اِس کی دلیل ہے فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ کہ جس کے دِل میں روگ ہے وہ طمع کرنے لگے گا۔ (جاری ہے)

قسط : ۱۰

سیرت خلفائے راشدینؓ

﴿ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی لکھنویؒ ﴾

خلیفہ رسول اللہ حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قتالِ مرتدین اَور تجہیز جیشِ اُسامہؓ :

رسولِ خدا ﷺ کی وفات کی خبر سن کر عرب کے بعض قبائل مرتد ہوگئے اَور طرح طرح کی بغاوتیں رُونما ہوئیں، بعض مدعیانِ نبوت اُٹھ کھڑے ہوئے جن میں ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا جس نے رسولِ خدا ﷺ کے اَخیر وقت میں سر اُٹھایا تھا اَور ایک خط بھی بھیجا تھا، اَور اُن ہی مدعیانِ نبوت میں اَسودِ عنسی بھی تھا اَور سجاح نامی ایک عورت بھی تھی۔ حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن سب مرتدوں کو اَور نبوت کے جھوٹے مدعیوں کے قتال کے لیے حکم قطعی نافذ کردیا۔ اُدھر ایک بات یہ بھی دَرپیش تھی کہ رسولِ خدا ﷺ اَپنی آخری وصیت میں حکم دے گئے تھے کہ اُسامہؓ [1] کا لشکر ملکِ شام

---

[1] رسولِ خدا ﷺ نے جب ۶ ھ میں شاہانِ رُوئے زمین کو دعوتِ اِسلام کے فرامین بھیجے تو ایک فرمان شرجیل کے نام بھی تھا جو بماتحتی قیصرِ رُوم وبصریٰ وغیرہ سرحدی مقامات کا فرمانروا تھا۔ اُس نے اَپنے غرور کی بدمستی میں فرمانِ عالیشان کا جواب دینے کے بجائے آپ ﷺ کے قاصد کو قتل کردیا، اُس کے اِنتقام میں جمادی الاولیٰ ۸ ھ میں ایک فوج تین ہزار کی بھیجی۔ سردارِ لشکر زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو بنایا جو آپ ﷺ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے اَور فرمایا زید شہید ہوجائیں تو جعفر طیارؓ کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بڑے بھائی) وہ بھی شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ کو سرداری ملے، وہ بھی شہید ہوجائیں تو پھر اپنے اِنتخاب سے سردار بنالینا چنانچہ یہ تینوں شہید ہوگئے اَور صحابہ کرامؓ نے اپنے اِنتخاب سے حضرت خالدؓ کو سپہ سالار بنایا، دُشمن کی فوج ایک لاکھ سے زائد تھی، خود قیصر و کسریٰ بھی مدد کے لیے ایک بڑی فوج لیے ہوئے قریب کے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ (باقی حاشیہ اَگلے صفحہ پر)

کی طرف روانہ کر دیا جائے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اُس لشکر کی روانگی کا حکم دے دیا مگر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اِس معاملہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے کے مخالف تھے، کہتے تھے کہ ایسے پر آشوب وقت میں جبکہ اَندرونِ ملک میں متعدد قبائل سے بغاوت کے شعلے بلند ہو رہے ہیں لڑائی میں پیش قدمی کرنا بالفعل مناسب نہیں حتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قتال کے سب سے زیادہ حامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اَور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہو سکتے تھے مگر یہ دونوں بھی حالات کی نزاکت سے متاثر تھے اَور لڑائی کو مصلحت نہ سمجھتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا خلیفۂ رسول اللہ! یہ سختی کا وقت نہیں اِس وقت تالیف سے کام لیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اِس بات پر آپ رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اَور فرمایا اَجَبَّارٌ فِی الْجَاهِلِيَّةِ وَخَوَّارٌ فِی الْاِسْلَامِ یعنی اے عمر تم جاہلیت میں تو بڑے تندخو تھے مگر اِسلام میں آکر ایسے نرم ہو گئے۔ سنو! تَمَّ الدِّيْنُ وَانْقَطَعَ الْوَحْیُ اَيَنْقَصُ وَاَنَا حَیٌّ دین کامل ہو چکا وحی بند ہو چکی کیا یہ ہو سکتا ہے میری زندگی میں دین ناقص ہو جائے؟ اَللّٰهُ اَكْبَرُ! حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو دینِ اِسلام پر کیسا دعوی تھا معلوم ہوتا ہے کہ دینِ پاک کے ایک اَکلوتے وارث وہی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر میں تو سمجھ گیا کہ اللہ نے اِن کا سینہ کھول دیا ہے۔

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے بھی اِسی قسم کے گفتگو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی مگر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کسی کی کچھ نہ سنی اَور کچھ مخالفت و ملامت کی کچھ پرواہ نہ کی اَور حکم دیا کہ میری اُونٹنی لاؤ میں خود قتالِ مرتدین کے لیے جاتا ہوں اَور فرمایا کہ اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر بھی

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے مسلمانوں کو فتح دی رُومیوں کو شکست ہوئی مگر شرجیل اَور اُس کا ملک صحیح و سالم رہا، لہٰذا اِنتقام پورا نہ ہوا اِس غزوہ کا نام ''غزوہ موتہ'' ہے (موتہ بضم میم ملکِ شام کا ایک شہر ہے جو شرجیل کی حکومت میں تھا) اِسی غزوۂ موتہ کی کمی پوری کرنے کے لیے اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر بھیجنے کا حکم آپ ﷺ نے دیا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ اَوّلین سردار غزوۂ موتہ کے فرزند ہیں۔

روانہ ہو۔ خدا کی قسم ! اگر چیل کوے میرا گوشت نوچ ڈالیں تب بھی میں اِس لشکر کو نہ روکوں گا جس کی روانگی کا حکم رسولِ خدا ﷺ دے گئے ہیں چنانچہ فی الفور لشکر روانہ ہوگیا اَور آپ اُونٹنی پر بیٹھ گئے سب سے پہلے علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے بڑھ کر آپ کی اُونٹنی کی مہار پکڑ لی اَور کہنے لگے : اے خلیفۂ رسول اللہ ! ہمارا مقصود آپ کی حکم عدولی نہ تھی ہم نے جو کچھ عرض کیا وہ بطورِ مشورے کے تھا ورنہ جو حکم آپ دیجیے اِطاعت کی جائے گی۔

چنانچہ قتالِ مرتدین کے لیے بھی فوجیں روانہ ہوگئیں جو فوج جس طرف جاتی ہے فتح وظفر کے ساتھ ساتھ ہے، اِقبال ہمرکاب ہے، ہر طرف سے تھوڑے ہی دِنوں میں فتح وکامیابی کی خبریں آنے لگیں اَور اِسلام میں ایک مہلک وباء پھیلنے کو تھی یکدم فنا ہوگئی، ایک سال کے اَندر ہی اَندر مدعیانِ نبوت بھی راہی جہنم کردیے گئے مرتدین کا بھی قلع قمع ہوگیا۔ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر بھی دُشمن کی بڑی بہادر فوجوں کو تہ وبالا کر کے بڑی کامیابی کے ساتھ واپس آگیا۔

نتیجہ کو دیکھ کر سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ یہ تو وہی معرکہ تھا جس کی پیشنگوئی آیت قتالِ مرتدین میں سات آسمانوں کے اُوپر سے اُتری تھی۔ یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اَور اُن کی فوج ہی تھیں جن کو آیتِ مذکورہ میں بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ فرمایا گیا تھا یعنی یہ جماعت خدا کی محبوب ومحبّ جماعت تھی اَور یہ رمز بھی سب کی سمجھ میں آگیا کہ اِن لڑائیوں میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی مخالفت کیوں ہوئی اَور اپنے دوستوں کی ملامت اُنہیں کیوں سننا پڑی، اِس لیے کہ اِس جماعت کا طرۂ اِمتیاز اِس چیز کو قرار دیا گیا تھا کہ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ یعنی وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی کچھ پرواہ نہ کریں گے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اِس کارنامے کی ہر صحابی نے اپنے اپنے طرزِ بیان میں تعریف وتوصیف کی۔ حضرت اَبوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قَامَ فِی الرِّدَّةِ مَقَامَ الْاَنْبِيَاءِ . حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مرتدوں کے معاملہ میں اُس مقام پر کھڑے ہوئے جو نبیوں کے کھڑے ہونے کا تھا۔

حضرت اَبومسعود رضی اللہ عنہ نے کہا : کَرِھْنَاہُ فِی الْاِبْتِدَاءِ وَحَمِدْنَاہُ عَلَی الْاِنْتِھَاءِ ہم نے شروع میں تو اُن کی کارروائی کو ناپسند کیا مگر آخر میں اُن کی شکر گزاری کی۔

وَعَلٰی تَفَنُّنِ وَاصِفِیْہِ بِوَصْفِہٖ
یُفْنِی الزَّمَانُ وَفِیْہِ مَالَمْ یُوْصَفٖ

کرامت :

قتالِ مرتدین اَور اہلِ بغاوت کے سلسلے میں کئی واقعات تائیدِ غیبی کے ایسے پیش آئے کہ دُشمن بھی اُن کو دیکھ کر سمجھ گئے کہ خدا اِن لوگوں کے ساتھ ہے۔ اَزاں جملہ یہ کہ قبیلہ بنی بکر نے جب منذر بن ساوٰی کے ساتھ سازش کر کے قبیلہ عبدالقیس اَور بحرین کے مسلمانوں پر تاخت و تاراج کا اِرادہ کیا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بسر کردگی حضرت علاء حضرمیؓ روانہ کیا اَثنائے راہ میں ایک مقام پر پانی نہ مِلا اَور تشنگی کی شدت سے ساری فوج کی حالت دَگرگوں ہوگئی۔ حضرت علاء حضرمیؓ نے دُعا مانگی جس کا فوری اَثر یہ ہوا کہ ایک گھوڑے نے حسبِ عادت زمین کو پاؤں سے کریدا تو ایک صاف شفاف چشمہ پانی کا نمودار ہوگیا، یہ مقام'' مَاءُ الْفَرَسِ '' کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اَزاں جملہ یہ کہ بحرین کے معرکہ سے بفتح و فیروزی فراغت پا کر حضرت علاء حضرمیؓ بجانبِ دارین روانہ ہوئے جہاں دُشمن کا بڑا اِجتماع تھا تو راستے میں دَریا مِلا کیونکہ شہر دارین سمندر کے کنارے آباد ہے، اِس شہر پر حملہ کرنے کے لیے جہازوں کی ضرورت تھی مگر غریب مسلمانوں کو جہاز کہاں سے ملتے۔

آخر حضرت علاء حضرمیؓ نے سب مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا اے مسلمانو! تم خشک میدانوں میں خدا کی تائید اپنے ساتھ دیکھ چکے ہو، لہٰذا دریا میں بھی خدا کی مدد کا اُمیدوار رہنا چاہیے۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم سب اِسی سمندر میں اپنے گھوڑوں کو ڈال دیں سارا لشکر تیار ہوگیا اَور چشمِ زدن میں پوری فوج سمندر میں تھی اَور ہر ایک کی زبان پر چند مخصوص دُعائیہ کلمات تھے، کوئی اُونٹ پر سوار تھا کوئی گھوڑے پر سوار تھا، کوئی خچر پر۔ خدا نے یہ کیا کہ سمندر کا پانی خشک ہو کر اِس قدر رہ گیا کہ اُونٹوں اَور

گھوڑوں کے سم بھی پورے نہ بھیگے اَور سارا لشکر نہایت آرام و آسانی کے ساتھ کنارے پر پہنچ گیا، جہاز اِس راستے کو شب و روز میں طے کرتا تھا۔ اِس کرشمۂ قدرت کو دیکھ کر کفار مبہوت ہو گئے ایک عیسائی راہب مسلمان ہوگیا کہنے لگا میں سمجھ گیا کہ خدا اِن کے ساتھ ہے۔

چونکہ واقعہ نہایت عجیب تھا اِس لیے شعراء نے اِس پر اَشعار نظم کیے چنانچہ حضرت عفیف بن منذر کے یہ دو شعر اِسی واقعہ کے متعلق ہیں : ؎

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ ذَلَّلَ بَحْرَهٗ

وَاَنْزَلَ بِالْكُفَّارِ اِحْدٰى الْجَلَائِلِ

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنے سمندر کو ہمارا فرمانبردار بنا دیا اَور کافروں پر ایک بڑی مصیبت ڈالی۔''

دَعَوْنَا الَّذِىْ شَقَّ الْبِحَارَ فَجَائَنَا

بِاَعْجَبَ مِنْ فَلَقِ الْبِحَارَ الْاُوَائِلِ

''ہم نے اُس کو پکارا جس نے سمندروں کو پیدا کیا ہے تو اُس نے ہمارے لیے اَگلوں کے فلق البحر سے بھی زیادہ عجیب بات ظاہر کی۔''

چوتھے مصرع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ فلق البحر کی طرف اِشارہ ہے کہ اُن کے لیے دَریائے نیل میں بارہ راستے خشک بن گئے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارا یہ واقعہ اُس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ (جاری ہے)

قسط : ۷

اِسلامی صکوک (SUKUK) : تعارف اَور تحفظات

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب مدظلہم ﴾

موجودہ دَور کے اِقتصادی نظام کو اِسلامی دائرے میں لانے کے لیے اِسلامی بینکنگ اَور اِسلامی اِنشورنس (تکافل) کے علاوہ اِسلامی صکوک کے نام سے مالی سندات رائج کیے گئے ہیں۔ اِسلامی بینکنگ اَور اِسلامی اِنشورنس سے تو بہت سے لوگ واقف ہوں گے لیکن ہمارے مُلک میں اَبھی اِسلامی صکوک کا وہ غلغلہ نہیں ہے جو عرب علاقوں میں ہے۔ اُردو زبان میں ہمیں اِس موضوع پر کوئی مواد نہیں مِلا جبکہ عربی اَور اَنگریزی میں اِسلامی صکوک پر بہت کچھ مواد موجود ہے۔ ہم مولوی اُسامہ حفظہ اللہ کے ممنون ہیں جنہوں نے اِس موضوع پر بڑی وافر مقدار میں عربی اَور اَنگریزی مواد بہم پہنچایا۔ اِسی طرح اَور ساتھیوں سے بھی اِس موضوع پر کچھ کتابیں مِلیں۔ اِس مضمون کی تیاری میں اِن حضرات کا اِس طرح سے بڑا حصہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اِن حضرات کو اَجرِ عظیم عطا فرمائیں اَور اِس بندے کی کوشش کو بھی شرفِ قبولیت سے نوازیں۔ اَنوارِ مدینہ میں شائع کرنے کے لیے صرف اُردو ترجمہ دیا جارہا ہے اِس مضمون کو علیحدہ سے شائع کرنے کا بھی اِرادہ ہے اُس میں اَصل عبارتیں بھی ساتھ ہوں گی، اِنشاء اللہ۔

اِسلامی بینکنگ اَور اِسلامی اِنشورنس کی طرح اِسلامی صکوک کے بارے میں ہمارے کچھ تحفظات ہیں جن کو ہم آخر میں بیان کریں گے۔

اِسلامی صکوک پر تیسرا تحفظ

نفع ایک متعین نسبت سے زیادہ ہوتو زائد مدیر کو دینا
تا کہ اِس کی ترغیب میں وہ اچھی کارکردگی دِکھائے

تمہید کے طور پر صکوک سے متعلق دو بنیادی باتیں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا تقی عثمانی مدظلہٗ اپنے مقالے **الصکوك وتطبیقاتھا المعاصرہ** میں لکھتے ہیں :

(۱) ایک مدت ختم ہونے پر حاملین صکوک میں نفع کی تقسیم :

بہت سے صکوک جو جاری کیے گئے ہیں اُن میں سودی سندات کی اِس طرح کی خصوصیات آ گئی ہیں کہ منصوبے کے منافع کو متعین نسبت سے تقسیم کیا جاتا ہے یہ نسبت **Libor** کی بنیاد پر متعین کی جاتی ہے۔ **Libor** کا لفظ مخفف ہے **London Inter-Bank Offered Rate** کا جس سے مراد سود کی وہ شرح ہے جس پر لندن کے بنک آپس میں قرض کا لین دین کرتے ہیں، یہ شرح بدلتی رہتی ہے۔ صکوک میں **Libor** کی بنیاد پر متعین نسبت سے نفع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صکوک پر مدیر صکوک اِتنا نفع حاصل کرے جو **Libor** کی شرح کے برابر ہو مثلاً اگر **Libor** کی شرح **5%** ہے تو اِس کی بنیاد پر صکوک کے سرمایہ پر نفع **5%** ہوگا۔

اِس کو جائز قرار دینے کے لیے صکوک جاری کرنے والوں نے ایک شق یہ وضع کی کہ واقعی نفع جو منصوبے کو حاصل ہوا وہ اگر لائی بور (**Libor**) کی بنیاد پر بننے والے نفع سے زیادہ ہو تو زائد نفع عملیات کے مدیر یعنی ایگزیکٹو کو ملے گا خواہ وہ مضارب ہو، مشارک ہو یا وکیل سرمایہ کاری ہو۔ اَور اُس کو زائد نفع اِس وجہ سے ملے گا کہ اُس نے اچھی کارگردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ بعض صکوک میں درج شدہ عبارت دیکھی کہ اُس میں یہ تصریح تو نہ تھی کہ زائد نفع مدیر کا حق ہوگا اَلبتہ اُس میں اِتنا ذکر تھا کہ تمام حاملین صکوک ایک نسبتِ معین تک جو لائی بور کی اساس پر ہوگی نفع کے مستحق ہوں گے اَور گویا تقدیر عبارت یا اِقتضائے عبارت سے یہ حاصل ہوا کہ یہ زائد نفع چونکہ مدیر کی اچھی کارگردگی کا محرک ہے (اِس

لیے یہ زائد نفع مدیر کو ملے گا) اَور جب لائی بور کی نسبت سے واقعی نفع کم ہو تو اِس نسبت کو پورا کرنے کے لیے مدیر حاملینِ صکوک میں قرض کے طور پر رقم تقسیم کرتا ہے اَور اِس قرض کو آیندہ مدتوں میں ہونے والے منافع میں سے منہا کر لیتا ہے یا صکوک کی مدت ختم ہونے پر اُن کی واپس خرید کی قیمت میں سے قرض کی مقدار کو وصول کر لیتا ہے۔

(۲) رأس المال کی واپسی کی ضمانت :

آج کل جتنے بھی صکوک ہیں وہ حاملینِ صکوک کو اُن کے سرمایہ کی واپسی کی ضمانت دیتے ہیں بالکل اِسی طرح جیسے سودی سندات ضمانت دیتی ہیں۔ اِس کی صورت یا تو یہ ہے کہ صکوک کو جاری کرنے والا یا مدیر صکوک اِس بات کا لازمی وعدہ کرتا ہے کہ وہ اَصل جائیداد کو (جس کی صکوک نمائندگی کرتے ہیں) اُس کی بازاری یا حقیقی قیمت سے قطع نظر کرتے ہوئے اُس کی قیمت اِسمیہ (Face-Value) پر خرید لے گا۔ اِس طریقے سے صکوک میں سودی سندات کے خصائص آجاتے ہیں اَور حاملینِ صکوک کو ایک طرف لائی بور کی بنیاد پر سرمایہ کی معین نسبت سے نفع ملتا ہے اَور دُوسری طرف حاملینِ صکوک کو ضمانت دی جاتی ہے کہ اِنتہائے مدت پر اُن کا پورا سرمایہ اُن کو واپس مل جائے گا۔

آگے ہم صکوک کی اِس صفت پر بحث کرتے ہیں ایک تو فقہی اِعتبار سے اَور دُوسرے اِقتصادِ اِسلامی کے اِنتظام کے اِعتبار سے۔

فقہی اِعتبار سے اِس بحث کے تین مسئلے اَور اُن پر تبصرہ :

مولانا تقی عثمانی مدظلہٗ لکھتے ہیں :

(۱) یہ شرط کہ لائی بور کی نسبت سے زائد نفع مدیر کا ہوگا کیونکہ یہ مدیر کی اچھی کارگردگی کی محرک ہے۔

(۲) مدیر کا یہ اِلتزام کرنا کہ اگر کسی مدت میں واقعی نفع لائی بور کی شرح سے کم ہوگا تو مدیر حاملینِ صکوک کو نفع کی شکل میں قرض دے گا جو یا تو آئندہ مدتوں میں ہونے

والے زائد منافع میں سے واپس ہوگا یا اِنتہائے مدت پر اَصل جائیداد کی واپسی خرید کے وقت اُس کی قیمت میں سے اَدا ہوگا۔

(۳) مدیر کی جانب سے یہ لازمی وعدہ کہ وہ اِن اَشیاء کو (جن کی نمائندگی صکوک کرتے ہیں اُس قیمتِ اسمیہ پر خرید لے گا جس پر صکوک جاری کیے گئے تھے۔ واپس خرید کے دِن بازاری قیمت پر نہ خریدے گا۔

مولانا تقی عثمانی مدظلہٗ لکھتے ہیں :

لائی بور کی شرح سے زائد واقعی نفع مدیر کو اِس بنیاد پر دینا کہ وہ اُس کی اچھی کارگردگی کا محرک ہوگا اِس کے جواز کی دلیل وہ ہے جو بعض فقہا نے ذکر کی اَور کہا کہ یہ وکالت اَور دلالی میں جائز ہے۔ اِس کو اِمام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اَور اِبن سیرین رحمہ اللہ سے تعلیقاً ذکر کیا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ اَنْ یَّقُوْلَ مَعَ هٰذَا الثَّوْبِ فَمَا زَادَ عَلٰی کَذَا وَکَذَا فَهُوَ لَکَ. وَقَالَ ابْنُ سِیْرِیْنَ اِذَا قَالَ بِعْهُ بِکَذَا فَمَا کَانَ مِنْ حَرَجٍ فَهُوَ لَکَ اَوْ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ فَلَا بَأْسَ بِهٖ .

''اِبن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کہنے میں کچھ حرج نہیں ہے کہ یہ کپڑے (اِتنے میں) فروخت کرو اِس سے زائد پر فروخت کرو گے تو زائد نفع تمہارا ہوگا اَور اِبن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب آدمی یہ کہے کہ اِس کپڑے کو اِتنے میں فروخت کرو اِس پر جو زائد نفع ملے وہ سب تمہارا ہوگا یا وہ میرے اَور تمہارے درمیان نصف نصف ہوگا تو اِس میں کچھ حرج نہیں ہے۔''

اِبن قدامہ رحمہ اللہ اپنی ''کافی'' میں لکھتے ہیں :

وان قال بع هذا بعشرة فمازاد فهو لك صح وله الزيادة لان ابن عباس كان لايرى بذالك بأسا .

''اگر کہا کہ یہ کپڑا دس روپے میں فروخت کرو۔ اگر زیادہ میں فروخت کیا تو زائد نفع تمہارا ہوگا تو یہ معاملہ صحیح ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ اِس میں کچھ حرج خیال نہ کرتے تھے۔''

یہ مذہب اِبن عباس، اِبن سیرین، شریح، عامر شعبی، زُہری اَور حکم سے مروی ہے اَور ابن اَبی شیبہ نے اِن کو اپنی مصنف میں ذکر کیا اَور عبدالرزاق نے قتادہ اَور اَیوب سے ذکر کیا ہے۔

اِبراہیم نخعی اَور حماد سے عبدالرزاق نے اَور حسن بصری اَور طاؤس سے اِبن اَبی شیبہ نے کراہت نقل کی ہے۔ اَور سوائے حنابلہ کے باقی جمہور فقہاء سے کراہت ہی منقول ہے۔ حافظ اِبن حجر رحمہ اللہ نے اِبن عباس رضی اللہ عنہ کے اَثر کے تحت لکھا کہ یہ دِلال کی اُجرت ہے لیکن مجہول ہے اِس لیے جمہور نے اِس کو ناجائز کہا ہے اَور یہ بھی کہا ہے کہ اگر وکیل نے بتائی ہوئی قیمت سے زائد پر فروخت کیا تو اُس کو اُجرت مثل ملے گی۔

بعض حضرات نے اِبن عباس رضی اللہ عنہ کی اِجازت کو اِس پر اُس وقت محمول کیا ہے جب کام کرنے والا مضارب ہو، یہی جواب اِمام اَحمد اَور اِسحاق نے دیا۔ اَور اِبن تین نے نقل کیا کہ بعض حضرات نے اِس کے جواز میں یہ شرط کی کہ ہے کہ اُس وقت لوگوں کو بھی معلوم ہو کہ سامان کی قیمت طے شدہ قیمت سے زائد ہے۔ اِس پر یہ اِعتراض ہے کہ اُجرت کی مقدار کی جہالت تو پھر بھی باقی رہی۔

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

''رہا اِبن عباس رضی اللہ عنہ اَور اِبن سیرین رحمہ اللہ کا قول تو اَکثر علماء اِس بیع کو جائز نہیں کہتے ۔ اِس کو مکروہ کہنے والوں میں سفیانِ ثوری اَور دیگر کوفی علماء ہیں۔ اِمام شافعیؒ اَور اِمام مالکؒ بھی کہتے ہیں کہ جائز نہیں اَور فروخت کرنے والے کو اُجرت مثل ملے گی۔ اِمام اَحمد اَور اِسحاق نے اِس کو جائز کہا اَور کہا کہ یہ مضاربت کا مسئلہ ہے اَور مضارب کبھی نفع حاصل نہیں بھی ہوتا۔''

یہ سب کچھ دَلال کی اُجرت کے بارے میں ہے جب مالک نے بیع کے ذکر کردہ ثمن پر زائد ثمن کی کچھ تعیین نہ کی ہو۔ اَور اگر اُجرت کی متعین مقدار ذکر کی گئی ہو پھر کہا گیا ہو کہ اگر تم نے اِس سے زائد رقم پر فروخت کیا تو اُجرت سے زائد رقم بھی سب تمہاری ہوگی۔ ظاہر ہے کہ جمہور فقہاء بھی اِس سے منع نہیں کرتے کیونکہ اُجرت کی تعیین کی وجہ سے اُجرت مجہول نہ رہی۔ اَور وکیل اگر معین اُجرت سے زائد پر فروخت کرے تو چونکہ زائد رقم اِس کی اچھی کارگردگی کی محرک بنی ہے اِس لیے زائد رقم وکیل کو ملے گی معاییر شرعیہ کے معیارِ مضاربت میں مجلس شرعی نے یہ شِق ذکر کی ہے :

اذا اشترط احد الطرفین لنفسه مبلغا مقطوعا فسدت المضاربة ولایشمل هذا المنع ما اذا اتفق الطرفان علی انه اذا زادت الارباح عن نسبة معینة فان احد طرفی المضاربة یختص بالربح الزائد عن تلك النسبة او دونها فتو زیع الا رباح علی ما اتفقا علیه.

''مضاربت میں جب ایک فریق اپنے لیے نفع کی ایک متعین مقدار طے کرے تو مضاربت فاسد ہوجاتی ہے۔ اِس ممانعت میں وہ صورت داخل نہیں ہے جب دونوں فریق اِس پر متفق ہوجائیں کہ جب نفع ایک مخصوص نسبت سے زائد ہوجائے تو وہ زائد ایک فریق کا ہوگا اَور اگر اِس نسبت سے کم ہو تو طے شدہ شرح سے دونوں میں تقسیم ہوگا۔''

ہمارا تبصرہ :

مولانا مدظلہٗ نے یہ ثابت کیا کہ دَلالی اَور وکالت میں مذکور نفع وکیل یا دَلال کو اُس کی بہتر کارکردگی کی وجہ سے ملے گا لیکن پھر یکا یک بات کو وکالت سے مضاربت کی طرف لے گئے اَور معاییرِ شرعیہ سے مضاربت کی ایک صورت ذکر کی اَور اُس کو جواز کے اِعتبار سے وکالت کی مذکورہ صورت کے ساتھ لاحق کر دیا۔ مضاربت کی صورت یہ ہے کہ جب نفع ایک مخصوص نسبت سے زائد ہوجائے مثلاً

سرمائے کے ٪20 سے زائد ہوجائے تو وہ زائد ایک فریق (یعنی مضارب) کا ہوگا۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ مدیر کبھی وکیل بالاجرۃ کے طور پر کام کرتا ہے اَور کبھی مضارب کے طور پر۔ اَور مضارب بھی جب تک نفع نہ ہوا ہو رب المال کے وکیل کے طور پر کام کرتا ہے لیکن پھر بھی وکالت اَور مضاربت کے درمیان بنیادی فرق ہیں مثلاً مضاربت میں کل نفع میں شرکت ہوتی ہے خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔

وہبہ زُحیلی اپنی کتاب الفقہ الاسلامی و اَدلتہ میں نفع کی شرائط لکھتے ہیں :

(۱) ان یکون الربح معلوم القدر (نفع کی مقدار معلوم ہو)۔

(۲) ان یکون الربح جزء ا مشاعا ای نسبة عشریة او سهما من الربح کان یتفقا علی ثلث او ربع او نصف

''نفع غیر متعین حصہ ہو یعنی دس کی نسبت سے ہو یا نفع کا ایک حصہ ہو مثلاً دونوں اِس بات پر اِتفاق کرلیں کہ نفع ایک اَور دو کی نسبت سے یا ایک اَور تین کے نسبت سے یا ایک اَور ایک کی نسبت سے ہوگا۔''

زیرِ بحث صورت میں ظاہر ہے کہ ایک حد تک کا نفع تقسیم ہوگا کل نہیں بلکہ زائد صرف مضارب کو ملے گا جو کہ مضاربت کی شرائط کے خلاف ہے۔

تنبیہ ۱ :

وہبہ زُحیلی الفقہ الاسلامی و اَدلتہ میں اُستاذ خفیف کی کتاب الشرکات سے نقل کرتے ہیں :

ویجوز عندالحنفیة ان یشترط لاحد العاقدین دراهم معدودة معلومة ان زاد الربح علی مقدار کذا من الدراهم فذالك شرط صحیح لا یوثر فی صحة المضاربة لانه لا یؤدی الی جهالة الربح.

(الشرکات ص ۳۹۳۹)

''حنفیہ کے نزدیک عاقدین میں سے ایک کے لیے معلوم مقدار کے دراہم کی شرط کرنا جائز ہے جب نفع متعین مقدار کے دراہم سے بڑھ جائے، یہ شرط صحیح ہے اَور اِس سے مضاربت کے صحیح ہونے پر کچھ زَد نہیں پڑتی کیونکہ اِس سے نفع میں جہالت لازم نہیں آتی۔''

ہم کہتے ہیں :

اَوّل تو وہبہ زُحیلی نے جو عام طور سے حنفیہ وغیرہ کی اُمہات الکتب سے حوالے نقل کرتے ہیں یہاں ایک ہم عصر شخص سے نقل کرتے ہیں جنہوں نے خود بھی مسئلے کا ماٴ خذ ذکر نہیں کیا اَور مولانا تقی عثمانی مدظلہ نے بھی اپنی بات کی تائید میں کوئی حوالہ ذکر نہیں کیا۔

دُوسرے اُستاذ خفیف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عاقدین اگر اِس بات پر اِتفاق کرلیں کہ ایک ہزار کی شے پر اگر ایک سو روپے سے زائد نفع ہو تو ایک عاقد کو مثلاً اَسی (۸۰) روپے ملیں گے اَور باقی دُوسرے کو ملیں گے تو یہ جائز ہے۔ اَور اگر ایک سو یا اِس سے کم نفع ہو تو مثلاً وہ نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اُستاذ خفیف کی مراد غالبًا یہ ہوگی کہ اِس طریقے سے بھی کل نفع میں شرکت ہو جاتی ہے اَور جہالت بھی لازم نہیں آتی۔ اَور مولانا تقی عثمانی مدظلہ نے بھی معاییر کی عبارت سے یہی معنٰی لیا ہوگا کہ جب نفع رأس المال کی ایک خاص نسبت تک ہو تو طے شدہ شرح سے تقسیم کرلیں گے۔ اِس خاص نسبت تک نفع میں شرکت پائی جارہی ہے۔

جب نفع اِس نسبت سے زائد ہو اَور وہ زائد پورا کا پورا مضارب کو دے دیا جائے تب بھی نفع میں شرکت باقی ہے کیونکہ (رب المال اَور مضارب) دونوں کو نفع تو مل رہا ہے۔ یہ نہیں ہے کہ نفع صرف ایک کو مِل رہا ہے۔

اُستاذ خفیف اَور مولانا مدظلہ کی اگر یہی مراد ہے جو ہم نے ذکر کی تو بلا شبہ نفع میں شرکت پائی جا رہی ہے لیکن اِس صورت میں کچھ اَور اہم پہلو بھی ہیں جن کو ان حضرات نے نظر اَنداز کر دیا ہے حالانکہ

وہ عاقدین میں نزاع کا باعث بن سکتے ہیں مثلاً اگر متعین نسبت سے نفع ایک سو روپے بنتا ہو یا نفع کی متعین مقدار ایک سو روپیہ ہو تو اُستاذ خفیف اَور مولانا مدظلہٗ دونوں ہی کے نزدیک دونوں عاقدین کو نصف نصف کی صورت میں پچاس پچاس روپے ملیں گے۔ اَور اگر نفع ایک سو ایک روپے ہو تو اُستاد خفیف کے نزدیک ایک کو اَسی روپے ملیں گے اَور دُوسرے کو اِکیس روپے ملیں گے۔ اَور مولانا مدظلہٗ کے مطابق ایک کو پچاس اَور دُوسرے کو اِکیاون روپے ملیں گے۔ ایک روپے کی وجہ سے اُستاد خفیف کے یہاں جھگڑا پیدا ہونے کا اَندیشہ غالب ہے۔

اَور اگر نفع دو سو ہو جائے تو اُستاذ خفیف کے نزدیک ایک کو اَسی روپے اَور دُوسرے کو ایک سو بیس روپے ملیں گے جبکہ مولانا مدظلہٗ کے نزدیک ایک کو پچاس روپے اَور دُوسرے کو ایک سو پچاس روپے ملیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ تفاوت ایک عاقد کو ضرور ناگوار ہوگا۔ ہاں اگر مضارب رب المال کو حقیقی نفع سے آگاہ نہ کرے تو اَور بات ہے۔

تنبیہ ۲ :

مولانا مدظلہٗ اگر یہ کہیں کہ اِمام اَحمد اَور اِمام اِسحاق بن راہو یہ رحمہما اللہ سے جب یہ مسئلہ ملتا ہے اَور وہ اِسے مضاربت پر ہی محمول کرتے ہیں تو ہمارے لیے اِتنا کافی ہے کہ ہم کسی اِمام کا قول لے رہے ہیں۔

اِس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ ہمارے پیشِ نظر چونکہ اِسلام کے اِقتصادی نظام کو نافذ کرنا اَور اُس کو منظرِ عام پر لانا ہے تو اِس کے لیے ضروری ہے کہ جب ہم کسی اَور اِمام کا قول لیں تو ایسا قول لیں جس کی عقلی توجیہ کرنا ممکن ہو کیونکہ جن لوگوں کے سامنے ہم نے ایک نظام رکھنا ہے وہ عقلی توجیہ سے مطمئن ہوں گے محض کسی اِمام کی طرف نسبت کرنے سے نہیں۔

اَب دیکھیے صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ زید نے بکر سے کہا کہ یہ کپڑا دس روپے میں فروخت کرو، اگر اِس سے زیادہ میں فروخت کیا تو دس روپے میرے اَلگ کر کے جو زائد نفع ہوگا وہ تمہارا ہوگا یعنی

تمہاری اُجرت کے طور پر ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ منقول ہے۔ جمہور کے قول کے مطابق یہ درست نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کپڑا صرف دس روپے میں بکے۔ اِس صورت میں وکیل بالبیع کو کچھ اُجرت نہ ملے گی کیونکہ دس سے اُوپر کچھ مِلا ہی نہیں حالانکہ وکیل نے اُجرت پر کام کیا ہے مفت نہیں۔ اِس لیے وکیل کو ہر حال میں اُجرتِ مثل ملے گی خواہ وہ کپڑا دس میں یا اِس سے زائد میں بکا ہو۔

اِمام اَحمد رحمہ اللہ کا اِس کو مضاربت پر محمول کرنا اَور یہ کہنا کہ مضارب کو کبھی نفع حاصل نہیں بھی ہوتا بعید ہے کیونکہ مضاربت میں اِمام اَحمد رحمہ اللہ کے نزدیک رأس المال کا نقدی (یعنی سونا چاندی یا روپیہ) ہونا ضروری ہے۔

وہبہ زُحیلی لکھتے ہیں :

اما شرط رأس المال. اولا ان یکون رأس المال. اولا ان یکون رأس المال من النقود الرائجة ای الدراھم والدنانیر و نحوھا کما ھو الشرط فی شرکة العنان. فلا تجوز المضاربة بالعروض من عقار او منقول عند جمھور العلماء ولو کان المنقول مثلیا عند الحنفیة والحنابلة. (الفقه الاسلامی وادلته ص ۳۹۳۲)

''رہیں رأس المال کی شرائط ،تو پہلی شرط یہ ہے کہ رأس المال مروجہ نقدی میں ہو یعنی چاندی کے درہم یا سونے کے دینار اَور اُن کی مثل (یعنی روپے وغیرہ) جیسا کہ شرکتِ عنان میں بھی یہ شرط ہے۔لہٰذا جمہور علماء کے نزدیک رأس المال اگر منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد ہو تو مضاربت جائز نہیں اَور حنفیہ وحنابلہ کے نزدیک منقولہ اَشیاء اگر مثلی بھی ہوں تب بھی جائز نہیں ہے۔''

علاوہ اَزیں اِمام اَحمد رحمہ اللہ کا یہ اِرشاد کہ ''مضارب کو کبھی نفع حاصل نہیں بھی ہوتا'' نامکمل بات ہے کیونکہ مضارب کو صرف اُس وقت نفع نہیں ملتا جب رب المال کو بھی نفع حاصل نہ ہو گویا اِس مال

کو فروخت کرنے میں کچھ نفع ہوا ہی نہ ہو۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ذکر کردہ مسئلے میں کپڑے والا جب دس روپے میں کپڑے کو فروخت کرنے کو کہہ رہا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ کپڑے کی قیمتِ خرید بھی دس روپے ہو بلکہ غالب یہی ہے کہ دس روپے میں کپڑے والے کا نفع بھی شامل ہوگا۔ اِس صورت میں کپڑا اگر دس روپے میں فروخت کیا گیا تو کپڑے والے کو دو تین روپے کا نفع حاصل ہوا اَور وکیل اُجرت سے یکسر محروم رہا۔ یہ صورت ظاہر ہے کہ مضاربت کی نہیں ہے۔

تنبیہ ۳ :

خود مولانا تقی عثمانی مدظلہٗ کے مطابق بعض اَوقات حسنِ کارکردگی منفی ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی مضارب زائد نفع وصول کرتا ہے حالانکہ یہ قلب موضوع ہے۔

مولانا مدظلہٗ لکھتے ہیں :

''مدیر صکوک کبھی اَجیر یا وکیل سرمایہ کاری کی حیثیت سے کام کرتا ہے اَور اِس صورت میں وہ دَلال کے مشابہ ہوتا ہے اَور کبھی مضارب یا شریک عامل کی حیثیت سے کام کرتا ہے تو جو اُمور (معاییر شرعیہ میں سے) معیارِ مضاربت میں ذکر ہوئے اُن کے موافق کرتا ہے۔ معین نسبت سے زائد نفع مدیر کی حسنِ کارکردگی کی بنیاد پر اُس کا حق ہوا اُس کو ''حافز'' کہا جاتا ہے۔ حافز کا حافز ہونا صرف اُس وقت متصور ہے جب تجارتی اَور صنعتی اَعمال میں کم ترین نفع سے زائد نفع ہو۔ مثال کے طور پر اُن اَعمال میں کم ترین متوقع نفع ۱۵٪ ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ اِس نسبت سے زائد اَور واقعی نفع حافز کے طور پر مدیر کو دیا جائے کیونکہ زائد نفع کی نسبت معقول طریقے پر مدیر کی حسنِ کارکردگی کی طرف کی جا سکتی ہے۔''

لیکن اُن صکوک میں (جن میں لائی بور کی شرح کے موافق) متعین نسبت متوقع نفع کے ساتھ مربوط نہیں ہے بلکہ یہ تمویل مشقتوں کے ساتھ یا لائی بور کی شرح کے ساتھ مربوط ہے جس کا نرخ ہر روز تو کیا ہر آن بدلتا رہتا ہے اَور اِس نرخ و شرح کا تجارتی یا صنعتی منصوبے کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہوتا اَور

بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ لائی بور کی شرح و نسبت منصوبے سے متوقع نفع کی نسبت سے کم ہو جاتی ہے۔

اُوپر جو ۱۵٪ والی مثال گزری اُس کو سامنے رکھیں تو بہت ممکن ہے کہ لائی بور کی شرح صرف ۵٪ ہو اَور مدیر کی بد اِنتظامی کی وجہ سے حقیقی نفع کم ہو کر ۱۰٪ کی سطح پر آ گیا ہو۔

اَب جبکہ زائد نفع کو لائی بور کی شرح سے ناپا جائے تو یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ۵٪ سے زائد نفع جس کی نسبت ۱۰٪ ہے وہ مدیر کو اُس کی حسن کار کردگی کی وجہ سے دیا جائے کیونکہ اُس نے تو بے تدبیری سے نفع ۱۵٪ کے بجائے ۱۰٪ حاصل کیا ہے۔ اِس سے واضح ہوا کہ صکوک میں جس کو حافز کہتے ہیں وہ حقیقت میں حافز نہیں ہے بلکہ یہ تو اُن صکوک کو لائی بور کے طریقے پر چلانے کا ایک طریقہ ہے۔ اَور اگر ہم اِس کو حرام نہ بھی کہیں تب بھی کراہت سے تو خالی نہیں ہے۔ یہاں تک تو بات فقہی اِعتبار سے تھی۔

نظامِ اِقتصادِ اِسلامی کے اِعتبار سے دیکھا جائے تو یہ حوافز (حافز کی جمع) جن سے موجودہ صکوک خالی نہیں ہیں شرکت یا مضاربت کے اہم اِقتصادی مقاصد کو مثلاً یہ کہ سرمایہ کاروں کے درمیان مال کی تقسیم عادِلانہ طریقے پر ہو باطل کرتے ہیں کیونکہ حوافز کی بنیاد پر صکوک میں نفع کو سرمایہ کاروں میں صرف لائی بور کی بنیاد پر تقسیم کیا جاتا ہے، منصوبے کے حقیقی نفع کو تقسیم نہیں کیا جاتا۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) زیرِ تعمیر مسجد حامدؒ کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے مجوزہ دَارالاقامہ (ہوسٹل) اَور درسگاہیں

(۳) اَساتذہ اَور عملہ کے لیے رہائش گاہیں

(۴) کتب خانہ اَور کتابیں

(۵) زیرِ تعمیر پانی کی ٹنکی کی تکمیل

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔

حضرت آپا جان رحمۃ اللہ علیہا

زوجۂ محترمہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی رحمہ اللہ

﴿ جناب مولانا قاری تنویر اَحمد صاحب شریفی، کراچی ﴾

✿ ✿ ✿

امامنا وسیّدنا شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی تیسری اہلیہ محترمہ (والدۂ ماجدہ مرشدی فدائے ملت حضرت مولانا سیّد اَسعد صاحب مدنی قدس سرہٗ) کا اِنتقال ۱۹، ۱۸ر شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ/ ۴، ۵ر نومبر ۱۹۳۶ء کی درمیانی شب دہلی میں ہوا، حضرت شیخ الاسلامؒ میت دہلی سے دیوبند لائے اَور قبرستانِ قاسمیؒ میں تدفین ہوئی۔

اِس حادثہ کے ایک ہفتے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ دیوبند سے سلہٹ کے لیے روانہ ہوگئے، رمضان المبارک عمومًا سلہٹ میں گزارتے تھے راستہ میں اپنے آبائی وطن ٹانڈہ میں ایک دو روز کے لیے قیام فرمایا اَور اِسی دَوران اپنے چچازاد بھائی کے یہاں چوتھا عقدِ مسنون ہوا، اِس کی تفصیل حضرت شیخ الاسلامؒ کے قلمِ مبارک سے اِس طرح ہے :

''میں جناب (مولانا عبدالماجد دَریابادیؒ) سے ریل میں جدا ہوکر شب میں ٹانڈہ پہنچا۔ وہاں میرے تائے زاد بھائی محمد بشیر صاحب کی لڑکی دوسال سے بیوہ تھی اُس کو نکاح کے دو تین سال کے بعد بیوگی کا منہ دیکھنا پڑ گیا تھا۔ صرف ایک بچی پیدا ہوئی تھی جو کہ تھوڑے ہی دِنوں زندہ رہ کر راہیٔ ملکِ بقا ہوگئی تھی۔ اِس بیوہ کے نکاح کا عرصے سے جھگڑا چلا آتا تھا، مختلف مقامات پر اِس کے نکاح کے لیے گفتگو ہوئی تھی مگر کوئی جگہ مناسب ہاتھ نہ آئی تھی۔ میرے اَحباب نے بغیر میری منشاء اَور

تحریک کے اِس میں تحریک شروع کر دی تھی، کیونکہ بھائی محمد ظہیر صاحب جو کہ بھائی محمد بشیر صاحب کے بڑے بھائی ہوتے ہیں بطورِ تعزیت دیوبند گئے تھے۔ میں اِس جگہ کو غیر مناسب نہیں سمجھتا تھا بالخصوص اِس بناء پر کہ اپنے گھر ہی کا معاملہ ہے، اگرچہ اِس وجہ سے کہ میں اِس وقت ساٹھ برس کی عمر کو پہنچ رہا ہوں اَور لڑکی کی عمر تقریبًا بائیس سال ہے، عدمِ تناسب بھی تھا مگر اِتحادِ خاندانی اَور اُس کی بیوگی اَور کسی موزوں جگہ کا ہاتھ نہ آنا، کیونکہ جن جگہوں سے اُس کے رشتے آرہے تھے اُن کی بیویاں موجود تھیں مگر وہ اپنی بیویوں سے خوش نہ تھے، وغیرہ اُمور اِس اَمر کے متقاضی ہوئے کہ میں اِس کو منظور کروں۔ میں نے اِستخارہ کیا اِس سے پہلے دیوبند میں اَور دُوسری جگہوں میں آٹھ نو جگہ سے پیغام کنواری اَور بیوہ لڑکیوں کے لیے آیا تھا مگر میں نے توقف کیا تھا۔

بہرحال صبح بروز دوشنبہ ۳۰؍شعبان کو میرے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا، لڑکی کے تائے نے ظاہر کیا کہ گھر میں سب لوگ راضی ہیں، جب تو (مولانا حسین اَحمد مدنی) سلہٹ سے واپس ہو تو عقد کر کے ساتھ لیتے جانا۔ میں نے اُن کو نشیب و فراز پر متنبہ کیا بالخصوص اپنے عمر کے متعلق چونکہ وہ ہمارے خاندان میں مردوں میں سب سے زیادہ عمر والے ہیں، ہم بھائی اُن کے سامنے بچے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ میں بخوبی واقف ہوں اَور جملہ اُمور پر کافی غور کر چکا ہوں اَور گھر میں بھی عورتوں مردوں نے غور کر لیا ہے۔ تب میں نے کہا کہ اَگر لڑکی اَور اُس کی ماں وغیرہ راضی ہیں تو کیوں نہ عقداً بھی کر دیا جائے، میں عقد کر دینے کے بعد اُسی وقت چلا جاؤں گا اَور واپسی پر لیتا جاؤں گا، جو لوگ مجھے اپنی محبت کی وجہ سے مختلف مقامات سے پیغام دیتے اَور تحریک کر رہے ہیں اُن لوگوں کو مزید حاجت نہ رہے گی بہت سے

جھگڑے بند ہو جائیں گے۔ اُنہوں نے کہا کہ اِس کا تذکرہ نہیں آیا ہے میں مشورہ کر کے خبر دیتا ہوں۔ اَلحاصل اُنہوں نے مشورہ لیا اَور چھوارے منگا کر اُس مجمع میں جس میں کچھ اَحباب ملنے کی غرض سے آئے تھے مہرِ فاطمی پر عقد کر دیا۔

اِس کے بعد وحید[۱] اَور اُس کے خسر وغیرہ کا اِصرار ہوا کہ ایک شب یہاں قیام کر لیا جائے۔ زیادہ اِصرار پر بجز اِس کے کوئی چارہ نظر نہ آیا چنانچہ یکم رمضان سہ شنبہ کو میں ٹانڈہ سے روانہ ہو گیا۔

جو حالت مشاہدہ ہوئی مجھ کو قوی اُمید ہے کہ یہ عقد باعثِ طمانیت خاطر ہوگا۔ آئندہ جو قضائے اِلٰہی ہو اُس میں دَم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔

اَسعد بخیریت ہے، اَپنی نئی اَماں سے بہت زیادہ مانوس ہو گیا ہے حتی کہ اُس نے یہاں کی عورتوں سے کہا کہ مجھ کو اپنی نئی اَماں سے اِس قدر محبت ہو گئی ہے کہ اَب مجھ کو پہلی اَماں کی یاد نہیں ستاتی اَور اُس کو بھی اَسعد[۲] کے ساتھ گرویدگی ایسی معلوم ہوئی جو کہ اپنے بچے سے ہوتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ.

والسلام

حسین اَحمد غفرلہٗ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ/ ۶ دسمبر ۱۹۳۶ء

(مکتوبات شیخ الاسلامؒ: ج ۱ ص ۱۶۵ و ۱۶۶ مطبوعہ کراچی ۱۹۹۵ء)

---

[۱] حضرت مولانا وحید اَحمد مدنیؒ حضرت شیخ الاسلامؒ کے بھتیجے تھے، حضرت مولانا صدیق اَحمد مدنیؒ کے صاحبزادے، تنویر اَحمد شریفی۔

[۲] مرشدی حضرت مولانا سیّد اَسعد مدنیؒ کی عمر اُس وقت تقریبًا ساڑھے سات سال تھی، تنویر اَحمد شریفی

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ جیل میں مقید تھے، مرشدی حضرت مولانا سیّد اَسعد مدنیؒ کی شادی کی فکر حضرتؒ کو ہوئی تو اَپنی اہلیہ محترمہ ''آپا جان'' کو تحریر فرمایا :

''میری رفیقۂ حیات! تم کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سلامت اَور خوش وخرم رکھے، آمین!

اَلسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تمہارا خط ۱۳؍رجب (۱۳۶۳ھ/۴؍جولائی ۱۹۴۴ء) کا پہنچا۔ اِس سے پہلے میں نے ۲۲؍رجب کو خط لکھا ہے، وہ پہنچا ہوگا جس میں اِطلاع دی تھی کہ اِس وقت ممکن نہیں ہے کہ میں آسکوں اِس لیے تم میرا اِنتظار ہرگز مت کرو اَور جلد دَیو بند روانہ ہو جاؤ اگر اَبھی تک یعنی اِس خط کے پہنچنے تک تم روانہ نہ ہوئی ہو تو اَب جلد رَوانہ ہو جاؤ، بھاوج صاحبہ (تمہاری اَماں) کا ساتھ جانا بہت بہتر اَور مناسب ہے تمام اُمور میں آسانیاں رہیں گی مگر اُن کو کم اَز کم عید تک وہاں ہی رہنا چاہیے۔ ایسی کیا جلدی ہے کہ شادی ہونے کے بعد ہی واپس ہو جائیں۔ اِلہداد پور میں تمام ضروریات تمہاری بھاوج اَور بوبو اَنجام دیتی رہیں گی۔ تم غلط اَور فضول خیال کرتی ہو کہ شادی میں میرا موجود ہونا ضروری ہے، تمہارا موجود ہونا اَسعد اَور عائشہ [1] دونوں کے لیے کافی ہے۔

شادیوں کے تمام اِنتظام عورتیں ہی کرتی ہیں، تم اَسعد کی بھی ماں ہو اَور عائشہ کی بھی، بیرونی اِنتظامات قاری صاحب [2] اَور منشی شفیع صاحب اَور دُوسرے لوگ کر لیں گے۔

میرا موجود ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں اَور بالخصوص اِس مہنگائی کے وقت میں تو کوئی خاص اِنتظام ہو بھی نہیں سکتا۔ سب کام نہایت اِختصار اَور سادگی سے ہونے چاہیے

[1] عائشہ! حضرت شیخ الاسلامؒ کی دُوسری صاحبزادی جو مولانا عبدالحئی صاحب کے نکاح میں ہیں۔ (تنویر اَحمد شریفی)

[2] حضرت مولانا قاری اَصغر علی صاحبؒ خادمِ خاص وخلیفۂ مجاز حضرت شیخ الاسلامؒ (تنویر اَحمد شریفی)

اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہو اُس پر اِنسان کو خوشی سے راضی رہنا چاہیے ورنہ بہ مجبوری راضی ہونا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے تو اَنبیاء علیہم السلام کو سر جھکانا پڑتا ہے اَور بغیر ماننے کے چارہ نہیں ہوتا۔ اَولیاء اللہ کو کون پوچھتا ہے اَور جب ایسے ایسے بڑوں کا یہ حال ہے تو ہم جیسے گناہگار دُنیا کے کتے کس شمار میں ہو سکتے ہیں ؟

تمہارا یہ کہنا کہ تو دُعا نہیں کرتا ، تو خود ہمارے پاس آنا نہیں چاہتا ، تو خود رہائی نہیں چاہتا بالکل غلط ہے کوئی معمولی عقل کا آدمی بھی کسی دُنیاوی اَور آخرت کی مصیبت پر خوش نہیں ہو سکتا ، جبکہ ایک معمولی سمجھ کا بچہ بھی گوارہ نہیں کر سکتا ہے کہ اُس کے ہاتھ پیر باندھ دیے جائیں یا کسی مکان میں اُس کو مقفل کر دیا جائے تو میں کس طرح اِس پر خوش ہو جاؤں گا اَور مصائب کو گوارہ کروں گا دُعا نہ کروں گا۔ ایسی صورتوں میں تو اَگر نہ بھی چاہے تب بھی دِل سے دُعا نکلے گی ، مگر واقعہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے جبکہ بڑوں بڑوں کی پیش نہیں جاتی تو ہم جیسے نالائق لوگوں کی بات کس طرح چل سکتی ہے ؟ غرضیکہ تمہارا خیال صحیح نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو اِنشاء اللہ ! ہم جلد آئیں گے تم اِطمینان اَور خوشی خرمی کے ساتھ رہو اَور تمام کاموں کو اِس طرح اَنجام دو کہ گویا کسی قسم کا تکدر اَور حزن و ملال کی بات پیش ہی نہیں آئی۔ آنے والی اَور ملنے والی عورتوں پر ہرگز کسی قسم کی پریشانی کا اِظہار نہ ہونے دو ، کوئی تذکرہ بھی کرے تو ہنس کر ٹال دو۔

حاجی صاحب کو ہندوستانی کپڑوں کے بنانے کے لیے مجھ کو لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ، تم ہی اُن کو کہلوا دینا اَور یہ بھی کہلوا دینا کہ حسین اَحمد اَور اَسعد دونوں یہی پسند کرتے ہیں ، جیسا دیس ویسا بھیس ، یہاں رہ کر یہاں کا ہی لباس ہونا چاہیے۔ ایسی بات نہ ہونی چاہیے جس سے ہنسائی کا موقع ملے یا کسی کو حرف گیری کی نوبت آئے رشتہ داروں میں مجبوری طور پر تحمل کرنا اَور میل جول رکھنا ، غصہ اَور غم کو تھوک دینا پڑتا

ہی ہے۔ رشتہ ناتا خدا نے بنایا ہے آدمی کے توڑنے سے ٹوٹ نہیں سکتا۔ اَبا، بابا، اَماں، بھاوج، بو بو سب سے سلام کہہ دو۔ اَرشد، ریحانہ، عتیق، عبید، رشید، بریرہ سب کو دُعا و پیار پہنچے۔

والسلام

ننگِ اسلاف حسین اَحمد غفرلہٗ

۲۷؍ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ/ ۱۸؍ جولائی ۱۹۴۴ء

(مکتوبات شیخ الاسلامؒ ج ۴ ص ۳۰۱ تا ۳۰۳)

اِس مکتوب کی خوبیوں پر مرتب مکتوبات شیخ الاسلامؒ حضرت مولانا نجم الدین صاحب اِصلاحیؒ یہ حاشیہ تحریر فرماتے ہیں :

''اِس والا نامہ پر حاشیہ لکھنا چاہا مگر آنکھوں نے مجبور کر دیا کہ اِس کو اِسی طرح رہنے دو، سطر سطر سے عبدیت اَور عزیمت کی شان ظاہر ہے۔ اللہ اکبر ! تعلیم دی جارہی ہے کہ کوئی تذکرہ بھی کرے تو ہنس کر ٹال دو۔ کیسا نازک موقع ہے اَور کتنی نازک پوزیشن ہے اَور کون مخاطب ہے، پھر بھی دامانِ خدا ہاتھ ہی کے اَندر ہے ذرا بھی کمزوری نہیں۔''

حضرت آپا جان نور اللہ مرقدہا کے نام حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ دُوسرے خط میں تحریر فرماتے ہیں :

''تمہارا خط ۱۷؍ جولائی کا لکھا ہوا مِلا، اِسی کے ساتھ مولوی فضل الرحمٰن صاحب کا کارڈ ۱۹؍ جولائی کو مِل گیا کہ مولوی حمید تم سبھوں کو لے کر ڈاک گاڑی سے دیو بند روانہ ہوگئے۔ اُمیدِ قوی ہے کہ تم سب بخیریت و عافیت دیو بند پہنچ گئے ہوگے اَور ہر طرح وہاں اِطمینانی صورتیں پائی ہوں گی۔ قاری صاحب کا ۱۹؍ جولائی کا خط مِلا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: بحمد للہ! مرض میں اَب تخفیف ہے اَلبتہ ضعف بہت زیادہ ہے۔

تم کو ۱۵؍ جولائی پر میرے نہ پہنچنے کا صدمہ نہ کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے اِسی میں خیر ہوگی۔ بندہ کو آقا (اَور وہ بھی ایسا کریم و رحیم آقا) کا ہر حکم نہایت خوشی سے ماننا چاہیے بالخصوص جبکہ ہمارے جیسے ہزاروں آدمی ایسی ہی بلاؤں میں مبتلا ہوں۔ تم اِطمینان اَور سکون سے وہاں کے کاروبار اَنجام دو۔

اُمیدِ قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ قاری صاحب کو شفاءِ کامل جلد عطا فرمادے تو وہ فورًا دیوبند پہنچ جائیں گے اَور ایسا نہ بھی ہوا تو وہاں مولانا اِعزاز علی صاحب، مولوی محمد عثمان صاحب، منشی محمد شفیع صاحب کو تمام کام وہ سپرد کر آئے ہیں۔ یہ سب حضرات نہایت ہمدردی اَور خیر خواہی اَور جدو جہد سے تمام کام اَنجام دیں گے۔ اَسعد بھی اِمتحان سے فارغ ہو کر ہر قسم کی خدمات اَنجام دے گا، تم کو ذرا بھی پریشان نہ ہونا چاہیے۔

تم دریافت کرتی ہو کہ کن خاص عورتوں کو بلاؤں ؟ تم کو خود اَندازہ ہے مجھ کو لکھنے کی ضرورت نہیں، اَلغرض جہاں تک ممکن ہو اِختصار کے ساتھ اَور سادگی سے معاملہ کرو راجو پورلے جانے کے لیے میں کچھ نہیں بتا سکتا، سوائے جوڑوں اَور سہاگ پورہ اَور زیوروں کے، اَور کیا چیزیں جاتی ہیں مجھ کو کچھ معلوم نہیں، وہاں ہی دریافت کر لینا۔ رسمی چیزیں کچھ نہ ہونی چاہئیں، جو اُمور حاجی صاحب فرمائیں اَور مولانا اِعزاز علی صاحب کی رائے ہو اُس کو کرو، ریحانہ [1] اَب دیوبند پہنچ کر ہم کو بالکل بھول جائے گی وہاں اُس کی دل بستگی کا سامان بہت ہے، اپنی اَماں کو کم اَز کم عید تک ضرور رکھنا۔

---

[1] حضرت شیخ الاسلامؒ کی بڑی صاحبزادی محترمہ، جو حضرت مولانا رشید الدین صاحب حمیدیؒ خلیفۂ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ و سابق مہتمم مدرسۂ شاہی مراد آباد کے نکاح میں تھیں۔ (تنویر اَحمد شریفی)

آج ۲۹ر جولائی کو بابو اَور مولانا عبدالمومن صاحب [1] تشریف لائے۔ بابو سے یہ معلوم ہوا کہ عقد کے لیے ۱۴، ۱۵ر شعبان مقرر ہے۔ اُمید یہ ہے کہ تم تمام تفصیلی باتیں خط میں لکھو گی۔ بنارس سے خط آیا ہے کہ وہاں ۲۳ر جولائی کو کپڑے روانہ ہو گئے۔ اُن تھانوں میں سے آدھا آدھا دو جوڑوں کے لیے لے لو جو کہ اَسعد کی بیوی کے لیے بناؤ گی اَور آدھا آدھا فرید [2] کے لیے رکھ لو، اُس کی شادی بھی اِنشاء اللہ عید کے بعد ہو جائے گی۔ فقط دو دوپٹوں کی کمی رہ جائے گی میں دو جانمازوں کو بنوا کر بوبو بتول اَور بوبو حسینہ کے لیے بھیجتا ہوں۔ اَسعد لے جا کر اُن کی خدمت میں پیش کر دے۔ اَپنی اماں سے بہت بہت سلام کہہ دو۔

والسلام

ننگِ اسلاف حسین اَحمد غفرلہٗ

(مکتوب شیخ الاسلامؒ ج ۴ ص ۳۰۴، ۳۰۵)

حضرت آپا جان رحمۃ اللہ علیہا کے متعلق یہ معلومات حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے مبارک قلم سے تھیں جن سے گھریلو ماحول کی پاکیزگی اَور سیرت کے اَحوال مِل جاتے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلامؒ کے گھر کا دستر خوان بڑا وسیع تھا، اپنے اَور پرائے سب اِس سے مستفید ہوتے تھے۔ میں اَپنی آنکھوں دیکھا حال بیان کروں۔

''۱۹۸۷ء میں اپنے جد اَمجد حضرت مولانا قاری شریف اَحمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ ہندوستان گیا، اِس سفر میں دارُالعلوم دیوبند اَور بعض اَکابر دیوبند کی زیارت

[1] اِبن اِمام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ، مرشدی حضرت مولانا سیّد اَرشد مدنی دامت برکاتہم کے خسر ہیں۔ [2] حضرت مولانا سیّد فرید الوحیدیؒ، مصنف: ''مولانا حسین اَحمد مدنیؒ ایک تاریخی مطالعہ۔'' حضرت مولانا وحید اَحمد مدنیؒ کے صاحبزادے تھے، حضرت شیخ الاسلامؒ کے پوتے ہوئے، اِن کی پرورش حضرت شیخ الاسلامؒ نے کی تھی۔ (تنویر اَحمد شریفی)

نصیب ہوئی۔ میرے مرشد ثانی حضرت مولانا سیّد اَرشد صاحب مدنی مد ظلہم کے یہاں ''مدنی منزل'' میں قیام ہوا، جیسے ہی دیو بند پہنچے مدنی منزل حاضر ہوئے۔

حضرت مولانا کے متعلق اُن کے صاحبزادے نے بتایا کہ مظفر نگر ایک طالب علم کے ولیمے میں تشریف لے گئے ہیں، ظہر تک آجائیں گے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا: ٹھیک ہے، ہم ظہر کی نماز کے بعد آجائیں گے۔ اُنہوں نے جاکر گھر میں حضرت پیرانی صاحبہ (آپا جان) کو بتایا اُنہوں نے کہلوایا کہ آپ بغیر کھانا کھائے نہیں جا سکتے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے ہم سے فرمایا: حضرت پیرانی صاحبہ کا حکم ماننا پڑے گا اِس لیے بیٹھ جاؤ۔ چند ہی منٹ میں دستر خوان لگ گیا اَور ہم نے کھانا کھایا۔ حضرت قاری صاحبؒ نے ہمیں بتایا کہ حضرت مدنی علیہ الرحمۃ کے زمانے میں بھی بالکل اِسی طرح کھانا آتا تھا اَور دستر خوان لگنے کا یہی طریقہ تھا فرق اِتنا ہے کہ آج حضرت مدنیؒ اِس دستر خوان پر نہیں ہیں۔

خاص بات یہ ہے کہ ہم سے یہ نہیں پوچھا گیا کہ تم کون ہو، کیا کام ہے ؟ بس کھانا کھاکے جائیں۔ اِس طرح مجھے یہ سعادت اَور نعمت نصیب ہوئی کہ اُس گھر کا نمک کھایا۔''

حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین اَور سلسلۂ مدنی کے منتسبین کے لیے بڑے رنج وغم کا موقع ہے کہ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ (جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی چوتھی زوجہ تھیں) حضرت آپا جان ۱۳ اَور ۱۴ / شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ/ ۴ اَور ۵/ جولائی ۲۰۱۲ء کی درمیانی شب اِس دُنیا سے رُخصت ہوگئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ .

حضرت مرحومہ کی جدائی جہاں خاندانِ مدنی کے لیے عظیم حادثہ ہے، وہیں ہمارے لیے بھی غم کا باعث ہے۔ گو کہ خاندانِ مدنی کو حضرت شیخ الاسلامؒ سے ورثے میں یہ بھی مِلا ہے، جسے حضرت مولانا سیّد فرید الوحیدیؒ اِس طرح بیان کرتے ہیں :

''حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں نہ مسرت کی کوئی قیمت تھی اَور نہ صدمے کی کوئی اہمیت تھی۔ کوئی بھی حالت ہو اُن کے شب و روز یکساں صبر وشکر اَور وقار کے ساتھ گزرتے تھے۔''

(شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین اَحمد مدنی ؒ۔ ایک تاریخی مطالعہ ص ۴۲۶)

راقم الحروف نے مرشدی حضرت مولانا سیّد اَرشد صاحب مدنی دامت برکاتہم (صدر جمعیت علمائے ہند) کو تعزیت کے لیے فون کیا تو دَرج بالا صفت پر کامل عامل پایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا مدظلہم صاحبزادۂ شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد اَسجد مدنی مدظلہم اَور خاندانِ مدنی کے دیگر اَکابر و اَصاغر کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، حضرت آپا جان ؒ کی کامل مغفرت فرمائے اَور جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین۔

دارُالعلوم دیوبند میں سالانہ اِمتحان ہو رہے تھے اِس وجہ سے خاندانِ مدنی کے اَکابر نے فیصلہ کیا کہ گیارہ بجے پرچہ ختم ہوگا تو فورًا اَحاطہ مولسری دارُالعلوم دیوبند میں جنازہ ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، ساڑھے گیارہ بجے دِن جانشین حضرت شیخ الاسلام ؒ و جانشین حضرت فدائے ملت ؒ حضرت مولانا سیّد اَرشد مدنی صاحب مدظلہم نے نمازِ جنازہ پڑھایا، ہزارہا اَفراد اِس میں شریک تھے اِس کے بعد قبرستانِ قاسمی میں حضرت فدائے ملت مولانا سیّد اَسعد صاحب مدنی قدس سرہٗ کی پائینتی میں تدفین عمل میں آئی۔

شام کو دارُالعلوم میں تعزیتی اِجتماع مہتمم دارُالعلوم دیوبند حضرت مولانا اَبوالقاسم نعمانی مدظلہٗ کی صدارت میں ہوا اَور تعزیتی تقاریر ہوئیں۔

حضرت آپا جان ؒ کی سن پیدائش ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء ہے، اِس طرح ایک سو ایک سال عمر پائی۔

حضرت آپا جان ؒ کے بطن سے حضرت شیخ الاسلام ؒ کے صاحبزادوں اَور صاحبزادیوں کی تفصیل اِس طرح ہے :

(۱) حضرت مولانا سیّد اَرشد صاحب مدنی مدظلہم : آپ ۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں تعلیمی مراحل شروع ہوئے۔ ۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء میں دارُالعلوم دیوبند سے فراغت پائی۔

۱۹۶۵ء میں جامعہ قاسمیہ گیا میں تدریس شروع کی۔ ۱۹۶۷ء میں مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، ۱۴/ماہ وہاں قیام رہا اَور پھر واپس تشریف لائے۔

۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء میں مدرسہ شاہی مراد آبادی میں خدمتِ تدریس پر مامور ہوئے۔

دارُالعلوم دیوبند کی نشاۃِ ثانیہ کے بعد دارُالعلوم کی طلب پر ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء میں دارُالعلوم کی مسند تدریس پر فائز ہوئے اَور اَحادیثِ مبارکہ کے اَسباق سپرد ہوئے۔

۱۹۸۷ء سے ۱۹۹۰ء تک اَور پھر ۱۹۹۶ء سے ۲۰۱۰ء تک ناظمِ تعلیمات بھی رہے۔ حضرت مولانا سیّد اَسعد صاحب مدنی ؒ کے خلیفۂ اعظم ہیں۔ اُن کی وفات کے بعد ۲۸/فروری ۲۰۰۶ء کو جمعیت علماءِ ہند کا صدر آپ کو منتخب کیا گیا اَور تا حال اِسی منصب پر فائز ہیں۔

جون ۲۰۱۲ء میں رابطہ عالمِ اِسلامی کے تاحیات رُکن منتخب ہوئے۔

اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ عافیت و سلامتی کے ساتھ قائم رکھے اَور حاسدوں کے حسد سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

حضرت مولانا سیّد اَرشد صاحب مدنی مدظلہم کے چھ لڑکے اَور پانچ لڑکیاں ہیں۔

(۲) حضرت مولانا سیّد اَسجد صاحب مدنی مدظلہم، فاضلِ دیوبند ہیں، تصوف میں اپنے برادرِ اَکبر حضرت مولانا سیّد اَسعد صاحب مدنی ؒ سے تربیت حاصل کی، جھاڑ کھنڈ میں کئی مدارس آپ کی زیرِ نگرانی چل رہے ہیں۔ اِس کے علاوہ مولانا مدنی اَیجوکیشنل ٹرسٹ کے تحت رفاہی اُمور اَنجام دے رہے ہیں۔ جمعیت علماءِ ہند کے ناظم بھی رہے اَور فعال رہنما ہیں۔ حفظہم اللہ تعالیٰ۔

(۳) صاحبزادی عمرانہ مدظلہا (زوجہ مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری مدظلہم)

(۴) صاحبزادی صفوانہ مدظلہا (زوجہ حضرت مولانا محمد نعیم صاحب)

(۵) صاحبزادی فرحانہ مدظلہا

حالیہ بارش متاثرین کی اِمداد کے لیے اہلِ خیر حضرات کی خدمت میں اپیل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ!

اُمید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے، گزارش یہ ہے کہ ۲۰۱۰ء کے تباہ کن سیلاب اَور ۲۰۱۱ء کی خطرناک بارشوں کے متاثرین اَبھی تک مکمل طور پر آباد نہیں ہو سکے تھے کہ اِس سال اِسی مہینے ستمبر ۲۰۱۲ء میں صوبہ سندھ میں ایک مرتبہ پھر شدید برساتوں کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے، گزشتہ آٹھ دس دِن سے تقریباً پورے صوبہ سندھ میں تیز بارشیں ہو رہی ہیں جس کی وجہ سے بہت ساری نہریں بھی ٹوٹ چکی ہیں اَور اُن میں جگہ جگہ شگاف پڑ گئے ہیں، بلوچستان کے پہاڑوں سے آنے والے برساتی نالوں کے پانی نے بھی سندھ کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

اَب تک متعدد ضلع کی سینکڑوں بستیاں زیرِ آب آ چکی ہیں، لاکھوں ایکڑ زمین پر موجود فصل تباہ ہو چکی ہے، ہزاروں خاندان اپنی بستیوں سے محفوظ مقامات کی طرف نقل مکانی کر رہے ہیں۔

متاثرہ علاقوں کے لوگ اِس وقت سخت پریشان ہیں اَور اہلِ خیر حضرات کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ''اَلمحمود سوشل ویلفیئر ایسوسی ایشن'' کے پلیٹ فارم سے ۲۰۱۰ء کے سیلاب اَور ۲۰۱۱ء کی برساتوں میں سندھ کے مختلف اِضلاع میں مجموعی طور پر تقریباً دس کروڑ روپے کا فلاحی کام کیا گیا تھا، اُس فلاحی کام میں متاثرین کو کھانے پینے کی اَشیاء، اَدویات، پینے کا صاف پانی، ٹینٹ اَور شامیانے مہیا کیے گئے تھے، کافی مقامات پر اِنتہائی مفلوک الحال متاثرین کے لیے مکانات تعمیر کر کے اُن کے حوالے کیے گئے تھے، بہت بڑی تعداد میں شہید مساجد کی دوبارہ تعمیر اَور مرمت کرائی گئی تھی اَور خاصی رقم نقد اِمداد کی صورت میں بھی تقسیم کی گئی تھی۔ اِس سال بھی تباہی کچھ کم نہیں ہوئی، تقریباً وہی ۲۰۱۰ء اَور ۲۰۱۱ء والے مناظر نظر آ رہے ہیں۔

اِس صورتِ حال کے پیش ِنظر آپ سے اَپیل کی جاتی ہے کہ آپ ایک مرتبہ پھر اللہ رب العزت کو راضی کرنے کی نیت سے دَستِ تعاون دَراز فرمائیں اَور حالیہ بارش متاثرین کی مدد فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اَجرِ عظیم سے نوازیں گے۔ آپ کھانے پینے کی اَشیاء (خاص طور پر آٹا، چاول، گھی، چائے کی پتی، خشک دُودھ، دالیں، چینی اَور مصالحہ جات وغیرہ) پینے کا صاف پانی، ٹینٹ اَور شامیانے جامعہ اِسلامیہ اِشاعت القرآن والحدیث دو دائی روڈ لاڑکانہ میں قائم کردہ مرکزی ریلیف کیمپ میں پہنچائیں اَور نقد اِمداد اَلمحمود سوشل ویلفیئر ایسوسی ایشن کے نام سے مسلم کمرشل بینک (برانچ کوڈ 0790) نیو اَناج منڈی برانچ لاڑکانہ کے اَکاؤنٹ نمبر 1001567 میں جمع کرائیں۔ آپ سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ آپ کا تعاون فوری طور پر حقیقی مستحقین اَور متاثرین تک پہنچایا جائے گا، خیر کے اِس کام میں بھرپور حصہ لے کر غریبوں کی دُعائیں لیں اَور اللہ رب العزت کی رحمت کے حقدار بنیں۔

اَلداعی اِلی الخیر

ڈاکٹر خالد محمود سومرو

سرپرستِ اَعلیٰ : اَلمحمود سوشل ایسوسی ایشن سندھ

سیکرٹری جنرل جمعیت علماءِ اسلام و ملی یکجہتی کونسل سندھ

مہتمم جامعہ اِسلامیہ اِشاعت القرآن والحدیث دودائی روڈ لاڑکانہ

سابق ممبر سینٹ آف پاکستان

074-4040542 - 0333-2666637 - 0300-3400099

E-mail : rashidsr_star@hotmail.com

وفیات

۷؍ستمبر کو اَلحاج حافظ رشید اَحمد صاحب (مکتبہ رشیدیہ کراچی) کے داماد حاجی اِمتیاز اَحمد صاحب طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پاگئے۔

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوریؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا سعید اَحمد صاحب ۲۶؍ستمبر کو لاہور میں اِنتقال فرماگئے۔

۱۳؍ستمبر کو مولانا شاہد ریاض صاحب کے نانا سیّد بابو سجاد اَحمد صاحب نوے برس کی عمر پاکر کراچی میں وفات پاگئے مرحوم جامعہ کے اِبتدائی دَور میں ممبر شوری بھی رہے، بڑے حضرتؒ سے حد درجہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے، نہایت درجہ خلیق اَور بے ضرر اِنسان تھے۔

۱۴؍ستمبر کو شیخ ریحان علی صاحب کے چچا شیخ مرتضٰی علی صاحب لاہور میں وفات پاگئے۔

۲۴؍ستمبر کو لاہور میں اِعزاز اَکمل صاحب ملک کے والد ملک بشیر اَکمل صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ جیل وفات پاگئے۔

۱۱؍ستمبر کو ڈاکٹر تحسین اَحمد صاحب کی والدہ صاحبہ مختصر علالت کے بعد لاہور میں وفات پاگئیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے اَور لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

جامعہ مدنیہ جدید اَور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اَور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۷؍رمضان المبارک/ ۲۶؍اگست کو جامعہ کے دارُالاقامہ کی پہلی منزل کا بقیہ نصف لینٹر ڈالا گیا، والحمدللہ۔

۱۰؍ستمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب بھائی جمال الدین صاحب مہتمم جامعہ عثمانیہ کی دعوت پر جامعہ میں نئے سال کے اَسباق کی اِبتداء کرانے کے لیے کوٹ مہتاب ضلع قصور تشریف لے گئے جہاں آپ نے بخاری شریف کی پہلی حدیث کا دَرس دے کر حدیث شریف کی اہمیت کے موضوع پر مختصر بیان فرمایا۔ بیان کے بعد فاضلِ جامعہ مولانا محمد فاروق صاحب ڈوگر کے اِصرار پر اُن کے ڈیرے پر تشریف لے گئے۔

۲۳؍ستمبر کو ''تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی'' کے مصنف ایڈووکیٹ محترم نور محمد صاحب قریشی حضرت مہتمم صاحب کی خصوصی دعوت پر اُن کی رہائش گاہ پر تشریف لائے اِس دوران مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی بعد اَزاں مہمانوں نے دوپہر کا کھانا تناول فرمایا۔ اِس موقع پر مولانا خالد محمود صاحب، مولانا اَمان اللہ صاحب، مولانا عبدالحفیظ صاحب اَور دیگر اَحباب وَاَساتذہ جامعہ بھی موجود تھے۔

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد ؒ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلبِ سڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

1۔ سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ - 35330311 - 42 - 92+

2۔ سیّد محمود میاں ''بیت الحمد'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور